لباس

کے

احکام ومسائل

مؤلف

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف، پٹنہ

ناشر

شعبہ نشر واشاعت امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف، پٹنہ

نام کتاب:		لباس کے احکام ومسائل
مؤلف	:	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ
کمپوزنگ:		مسرور عالم قاسمی، محمد رضاء اللہ قاسمی
تعداد صفحات	:	۱۰۰
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
سن اشاعت	:	۲۰۱۰ء
قیمت	:	۳۰ روپیہ
ناشر	:	شعبہ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

ملنے کا پتہ

مکتبہ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

فون: 0612.2555351,2555668,2555014

فہرست مضامین

حرف معتبر

لباس میں زینت بھی ہے، ستر پوشی بھی اور انسانی شخصیت کا اظہار بھی، لباس کے استعمال کی مختلف صورتوں، اس کی متنوع ضرورتوں اور گوں ناگوں پہلوؤں کا شریعت اسلامیہ نے جس طرح احاطہ کیا ہے وہ صرف اسلام کی عظمت وخصوصیت کا حصہ ہے۔

عریانیت کے اس دور میں لباس کے ذریعہ شخصیت کے اظہار کو نظر انداز کر کے انسانیت کو حیوانیت کی سطح پر اتار دینے کی جو مذموم کوشش کی جارہی ہے اس پر پوری انسانیت فکر مند ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا قاضی انیس الرحمٰن قاسمی دام مجدھم کی یہ کتاب اسی فکرمندی کی آئینہ دار ہے اورانہوں نے اس کتاب میں پیدائش سے موت تک لباس کے جن متنوع گوشوں کا شرعی نقطہ نظر سے احاطہ کیا ہے یہ ان کی بالغ نظری، ژرف نگاہی، فقہی بصیرت اور رمز آشنائے شریعت ہونے کی معتبر دلیل ہے، اور فاضل مصنف حلقہ عوام وخواص دونوں کی طرف سے اس تحقیق وریسرچ پر حددرجہ قابل مبارکباد ہیں۔ غالباً اپنے انوکھے انداز تحقیق کی یہ پہلی کتاب ہے جو لباس کے جزئیات کی مختلف صورتوں اور ضرورتوں کا مکمل احاطہ کرتی ہے اور لباس میں اپنی شخصیت تلاش کرنے والوں کے لیے زبردست گائڈ بک ہے۔

میری دعا ہے کہ حق تعالی شانہ اس کو پذیرائی عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام وتام بنائے۔ (آمین)

محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی
شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام صدر میرٹھ
۲؍اگست ۲۰۰۸ء

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

انسانی زندگی میں لباس و پوشاک کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ایک طرف اس کی شرعی حیثیت ہے تو دوسری طرف یہ معاشرتی اور سماجی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ شرعی نقطۂ نگاہ سے لباس کے تین اہم مقاصد بیان کئے جاتے ہیں:

(۱)تستر (۲)تحفظ (۳)تزین

یعنی سب سے پہلے لباس ستر پوشی کا اہم ذریعہ ہے،لباس کے ذریعہ انسان اپنے جسم کے ان اعضاء وجوارح کو دوسروں سے چھپائے رکھتا ہے جن کا عام حالت میں برہنہ رکھنا باعث ننگ وعار ہے، اسی طرح ستر پوشی کے ذریعہ انسان کا دوسرے جانوروں سے امتیاز بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان عام حیوانوں کی طرح برہنہ رہنا اپنے لئے باعث توہین سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ جس طرح شرعی اعتبار سے ستر پوشی کو فرض قرار دیا گیا ہے اسی طرح یہ سماجی اور معاشرتی اعتبار سے بھی ایک انسان کے لئے ضروری ولازمی ہے، بلکہ انسان کی انسانیت اسی میں ہے کہ وہ اپنے جسم کو لباس سے چھپائے رکھے اور یہ اس کی فطرت کے بھی عین مطابق ہے اگر چہ اس عریانیت وبرہنگی کے دور نے پوری انسانیت کو ننگا کر کے رکھ دیا ہے اور خصوصاً عورتیں اسی عریانیت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھنے لگی ہیں جبکہ اس کے بڑے نقصانات روزمرہ سامنے آرہے ہیں۔

لباس کا دوسرا اہم مقصد ''تحفظ'' ہے کہ یہ سردی وگرمی سے انسان کی حفاظت کا ذریعہ ہے، شرعی اعتبار سے جس طرح انسان پر اپنے جسم کی حفاظت ضروری ہے سماجی اور معاشرتی اعتبار سے بھی نہ صرف اس کے لیے ضروری ہے بلکہ وہ اس کا عادی وخوگر ہے اور اس کو اختیار نہ کرنا باعث شرم وعار سمجھتا ہے۔

لباس کا تیسرا اہم مقصد زینت ہے کہ انسان لباس و پوشاک کے ذریعہ معاشرہ وسماج میں اپنی شخصیت ووقار اور رکھ رکھاؤ کو بہتر بناتا ہے، اس کے ذریعہ انسان کی شخصیت نکھرتی ہے اور دوسروں پر اس کا وزن پڑتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ایک قافلے سے جب وہ منزل پر کسی بستی میں پہنچنے والے تھے فرمایا کہ تم اپنی وضع قطع کو اور لباس کو درست کرلو تا کہ لوگوں میں باوقار نظر آؤ۔

اسی طرح ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے لباس وغیرہ بہتر نہیں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس مال ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اللہ کے فضل سے ہر قسم کا مال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے لباس و پوشاک کو بھی بہتر رکھو، اللہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کا اثر بھی دیکھے۔

یعنی اگر اللہ نے دیا ہے تو بہتر سے بہتر لباس و پوشاک آدمی اختیار کرے تا کہ اللہ کی نعمتوں کا اظہار ہو، البتہ وہ تکبر اور ریاء سے بچتا رہے۔

اسی طرح ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ میرے لباس اچھے ہوں، میرے جوتے اچھے ہوں تو کیا یہ کبر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں:

''**ان اللہ جمیل یحب الجمال**''. اللہ خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

''**یٰبنی آدم قد أنزلنا علیکم لباساًیواری سوء اتکم وریشاً**''.

اے بنی آدم: ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو تمہارے پردہ والے بدن کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔

دوسری جگہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''**یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد**''. اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

یہاں لفظ ''زینت'' لباس ہی کے لئے آیا ہے۔

غرض لباس کے یہ تین اہم مقاصد ہیں اور ان تینوں کی رعایت شریعت میں بھی کی گئی ہے اور عام معاشرتی وسماجی زندگی میں بھی۔مگر آج لباس کو جس انداز سے اختیار کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے اور اس سے اسکے اہم مقصد تستر یعنی ستر پوشی کو بالائے طاق رکھ کر محض برہنگی اور جسم کی نمائش کی جارہی ہے ۔ضرورت تھی کہ لوگوں کو خصوصا مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ دلائی جائے اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کے احکام سے واقف کرایا جائے ،اسی ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب تالیف کی گئی۔اس کے مؤلف حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں،تالیف وتصنیف سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں،انہوں نے لباس کے موضوع پر مختلف مستند حوالوں سے اہم چیزوں کو جمع کر دیا جو کافی مفید ہے،اس سے قبل بھی کئی کتابیں تالیف فرما چکے ہیں، اللہ تعالی قبولیت سے نوازے اور امت کو فائدہ پہنچائے ،ہمیں امید ہے کہ کتاب پسند کی جائے گی اور غور سے پڑھی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔فقط

(سید نظام الدین)

امیر شریعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

۲۹؍جون ۲۰۱۰ء،مطابق ۱۶؍رجب ۱۴۳۱ھ

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

اللہ جل شانہ نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں مکرم ومحترم بنایا ہے ساتھ ہی اس کے جسم کی بناوٹ ایسی رکھی جو حسن تخلیق کا نمونہ ہے، اس نعمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"**لقد خلقنا الإنسان فى أحسن تقويم**". (ہم نے بنایا آدمی، خوب سے اندازے پر) یعنی انسان کو ہم نے ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین کیا ہے اور اس کے اندر ایسی صلاحیتیں رکھی ہیں جن کی وجہ سے وہ تمام مخلوقات پر فضیلت رکھتا ہے۔ اسی لیے وہ تمام مخلوقات میں اشرف وافضل ہے۔ اللہ جل شانہ نے قرآن میں دوسری جگہ فرمایا ہے: "**لقد كرمنا بنى آدم**". (ہم نے آدم کی اولاد کو مکرم بنایا)۔

اس سے انسانیت کی قدر و منزلت اور شرف و کرم کا اظہار ہوتا ہے، انسان کی ان خوبیوں کی وجہ سے اللہ جل شانہ نے اسے باطنی اخلاق وصفات کے ساتھ ظاہری اعتبار سے بھی لباس پہننے اور زینت وآرائش اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے، ارشاد ربانی ہے:

"**خذوا زينتكم عند كل مسجد**". (لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت)۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو بہتر سے بہتر لباس اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور ستر عورت کو فرض قرار دیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو کھانے پینے کے بعد جو بڑی انسانی ضرورت ہے، وہ لباس ہے۔ لباس سے جسم کی ستر پوشی بھی ہوتی ہے

اور بے شرمی و بے حیائی سے حفاظت بھی۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء کوایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے ارشادفرمایا ہے:

"الحياء شعبة من الإيمان". (حیاءایمان کاایک حصہ ہے)۔

اسلام سے پہلے لباس کے بارے میں انسانیت سخت پستی میں تھی اور بعض مذاہب میں لباس کو روحانی ترقی کے خلاف سمجھا گیا تھا۔ بلکہ نظافت و پاکیزگی بھی ان کے نزدیک ایک غیر ضروری عمل تھا، مشرکین مکہ کی پستی کا حال یہ تھا کہ مرد وعورت دونوں بیت اللہ شریف کا برہنہ طواف کرنے کو کارثواب سمجھتے، اسی طرح قضاء حاجت کے وقت پوشیدہ جگہ کے انتخاب کو بھی عار کی بات سمجھتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بے شرمی کے اعمال کو نادرست قرار دیا بلکہ اسے انسانیت کے خلاف اور غیرت وحیاء کے منافی قرار دیا اور مرد وعورت دونوں کے لیے ساتر لباس کو ضروری فرمایا۔ مگر ساتھ ہی انسانی فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے لباس و پوشاک کے سلسلہ میں انسانی ذوق ومزاج کی رعایت بھی رکھی۔ اس لیے کہ مختلف علاقوں کی معاشرت وتہذیب، موسم وآب وہوا کا فرق، طبعی ذوق ومیلان میں تفاوت اور اسباب ووسائل کی کمی بیشی یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو لباس و پوشاک کی یکسانیت کو غیر فطری قرار دیتی ہیں۔ چنانچہ شریعت اسلامی نے انسان (مرد وعورت) کے لیے ساتر لباس اختیار کرنے کا حکم تو دیا، مگر لباس کی کوئی خاص وضع اور ساخت یا خاص رنگ ونوعیت کی تعیین نہیں کی بلکہ اس کو لوگوں کے ذوق ومزاج کے سپرد کر دیا۔ البتہ اس بات کی تاکید کی کہ لباس کے بنیادی مقصد ستر وحجاب کی رعایت کی جائے۔

چناں چہ مردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ اور عورتوں کے لیے چہرہ ہتھیلی اور قدم کے علاوہ بدن کے تمام حصوں کو قابل ستر قرار دیا اور دونوں کے لباس میں اس امر کی رعایت ضروری قرار دی کہ یہ حصے مکمل طور پر ڈھکے ہوئے ہوں۔ لباس اتنا چست بھی نہ ہو جس سے قابل ستر حصے کے اعضاء نمایاں ہوجائیں خاص طور پر عورتوں کو غیر ساتر لباس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة".

ایسی عورتیں ہیں جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہیں دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں اور خود بھی مائل ہونے والی ہیں ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح جھکے ہوئے ہیں۔ یہ جنت میں داخل نہیں ہونگی۔

اسی طرح دوسری قوم کی مشابہت اختیار کرنے سے بھی منع کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "من تشبه بقوم فهو منهم". (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے)۔

بلکہ مردوں کو عورتوں کے لباس اختیار کرنے سے اور عورتوں کو مردوں کے لباس اختیار کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ مثلاً ایسے لباس جو عورتوں کے لیے مخصوص ہوں یا ان کی زینت و آرائش کی چیزیں جیسے ہار، کنگن، پازیب وغیرہ ان کا مردوں کے لیے پہننا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ایسے کپڑے جو مردوں کے لیے خاص سمجھے جاتے ہیں جیسے ٹوپی، عمامہ وغیرہ ان کا عورتوں کو استعمال کرنا منع ہے۔

مگر بعض لباس ایسے ہوتے ہیں جو مرد اور عورت دونوں کے لیے یکساں ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ لباس کی وضع ہر علاقے کی رواج کے مطابق مختلف ہوتی ہے اور مرد و خواتین کے لباس میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا ہے، ایسی جگہوں میں عورتیں پردہ و حجاب جیسی چیزوں کے ذریعہ ممتاز ہوں گی، تشبہ میں اس کی رعایت کی جائے کہ مسلمانوں کا لباس ایسا ہو جو ان کے عہد کے صالحین اور دیندار لوگوں کا ہوتا ہے، ایسا ہو نہ جو فساق و فجار اور غیر مسلموں کی مخصوص وضع قطع والا ہوتا ہے۔

کپڑے کی تاریخی حیثیت بھی ہے وہ یہ ہے کہ اسے قدیم زمانے سے اہم اور متبرک کاموں میں استعمال کیا جاتا رہا ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو نصب فرمانے کے لیے ایک کپڑا ہی طلب فرمایا تھا اور اسی کپڑے میں رکھ کر حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب فرمایا تھا۔ قریش مکہ و باشندگان حرم اپنے کپڑوں میں ہی آفاقیوں کو طواف کرنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ مشرکین عرب جب اسلام قبول کرتے تو اپنے کپڑے دھوتے اور پاک کرتے تھے ان میں حضرت طفیل بن

عمرو دوسی جیسے متعدد صحابہ کرام تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوطہارت جسمانی کاحکم ربانی ملاتو کپڑوں کوہی پاک رکھنے اورطاہر بنانے کے حوالے سے ملا ہے۔

احادیث میں لباس کے لیے ثوب اور ثیاب کے استعمالات بے شمار ہیں لباس کا استعمال بھی کپڑے پر ہوتا ہے، مگر لباس ثوب کے مقابلہ میں خاص ہے اوراس سے مراد سلا ہوا کپڑا ہوتا ہے، سیرت اور تاریخ میں لباس کے ادوار کے بارے میں بے شمار شواہد ملتے ہیں ان میں سب سے بڑا شاہد محدثین کا اپنی کتاب میں لباس کا عنوان قائم کرنا ہے۔

بہرحال لباس کے احکام ومسائل اہم ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ موجودہ عہد میں شرم وحیاء سے دور ہوتی ہوئی انسانیت کو باطنی اخلاق کے ساتھ ظاہری ساتر لباس سے بھی آراستہ کیا جائے۔اس مقصد کے پیش نظر زیرنظر کتاب مرتب کی گئی ہے۔اس میں ہرعنوان کے تحت صحیح حدیثیں ذکر کی گئی ہیں مگر اکثر جگہ آسانی کے لیے عربی الفاظ کے بجائے اردو ترجمہ پر اکتفاء کیا گیا ہے اور مسائل فقہ حنفی کے مطابق لکھے گئے ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ زبان آسان اور عام فہم رہے تا کہ مسائل سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

اس کتاب کی ترتیب میں عزیز محترم مولانا محمد رضاء اللہ قاسمی کی علمی شرکت رہی ہے۔اسی طرح مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی نائب مفتی امارت شرعیہ کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے گہرائی کے ساتھ زیرنظر کتاب کوحرف بحرف پڑھا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ جل شانہ ان سب کو اجر جزیل عطا کرے اور عوام وخواص کو اس کتاب سے مستفید ہونے کا موقع دے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔(آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

۵رمئی ۲۰۰۷ء

مطابق ۱۶رربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

لباس کی اہمیت وضرورت

اللہ رب العزت نے انسانوں پر بڑا کرم کیا ہے کہ بدن چھپانے کیلئے لباس دیا اور اس کے تیار کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔

اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

''یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَا سًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَ رِیْشًا ، وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ''.(۱)

اے آدم کی اولاد ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے اور پرہیزگاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔

ارشاد خداوندی سے معلوم ہوتا ہے کہ لباس کے اصلی مقاصد دو ہیں۔

(۱) جسمانی (۲) اخلاقی

جسمانی مقصد یہ ہے کہ لباس کے ذریعہ جسم کو سردی اور گرمی کی تکلیفوں سے بچایا جائے۔

اخلاقی مقصد یہ ہے کہ انسان کے بدن کے جن قابل ستر حصوں پر غیروں کی نظر پڑنا مناسب نہیں ہے وہ چھپے رہیں، اسلام ایسا مذہب ہے جس نے برہنگی اور بے پردگی کو اعتراض کے قابل سمجھا ہے اور ستر پوشی کو مذہب کا ایک ضروری حصہ قرار دیا ہے، یہاں تک کہ بلا مجبوری اس کے بغیر نماز بھی ادا نہیں ہوسکتی۔

ستر فرض ہے:

شریعت نے مردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ اور عورتوں کے لیے پورے بدن کو قابل ستر حصہ قرار دیا ہے جس کا غیر کے سامنے کھولنا جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ

---

(۱) اعراف: ۲٦/۷۔

تنہائی میں بھی ان کو بے وجہ کھولنا درست نہیں ہے۔

ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہم تنہائی میں رہیں یعنی کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ دیکھتا ہے، اس سے اور زیادہ حیا کرنی چاہئے''۔(۱)

ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''کبھی ننگے نہ ہو، کیوں کہ تمہارے ساتھ وہ فرشتے رہتے ہیں جو صرف پیشاب و پائخانہ اور عورت سے ہمبستری کے وقت ہی الگ ہوتے ہیں، تم ان سے شرم کرو اور ان کا لحاظ رکھو''۔(۲)

نیز حضرت آدم وحوا کو جنت میں جنتی جوڑے ملے تھے، خدا کی نافرمانی کرنے سے وہ ان کے بدن سے اتر گئے تو وہ فوراً درخت کے پتوں سے اپنی برہنگی چھپانے لگے۔ ارشاد ربانی ہے:

''فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ''.(۳)

پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا فوراً دونوں کا مستور بدن ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ستر پوشی اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے۔ مگر دنیا میں آکر یہ فطرت کبھی بگڑ جاتی ہے، جس کا نتیجہ مغربی قوموں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کا بھی یہی حال تھا، بلکہ حج میں انہوں نے یہ دستور بنالیا تھا کہ قریش کے علاوہ دوسرے قبیلوں کے مرد اور عورت بیت اللہ کے طواف کے وقت اپنا کپڑا اتار دیتے تھے اور اگر قریش اپنا کپڑا دیتے تو پہن لیتے تھے ورنہ یونہی ننگے پھرا کرتے تھے۔(۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برہنگی سے بچاؤ کے لیے انسانوں کو تہذیب

(۱۔۲) ترمذی:۲/۱۰۳۔ (۳) اعراف/۲۰۔ (۴) مسلم:۲/۴۲۲۔

وتمدن کا سبق دیا،تا کہ معاشرہ صالح ہوکر تمام خرافات سے پاک وصاف ہو۔ بلکہ جن لوگوں کے پاس وسعت ہووہ دوسروں کو کپڑا دیں۔

کپڑے کا ہدیہ دینا:

ایک دوسرے کو کپڑے کا ہدیہ دیتے رہنا چاہیے اس سے آپس میں انس ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے،اخوت وبھائی چارگی کی فضاء قائم ہوتی ہے اورآپسی اختلافات دور ہوتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ہدیہ دیا کرو کہ اس سے دل کی رنجش ختم ہوتی ہے''۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اوراس کے بدلے میں کوئی چیز ہدیہ دینے والے کو دیتے تھے''۔(۲)

ہدیہ معمولی سے معمولی چیز کا دیا جاسکتا ہے،خواہ وہ کھانے یا پہننے کی چیز ہو یا کوئی دوسری، کیونکہ یہ حدیث عام ہے،جس سے معمولی اورغیر معمولی ہر چیز کا ہدیہ دینا ثابت ہوتا ہے۔

خود آپ ﷺ کو مختلف جگہوں سے کپڑے ہدیے میں آتے تھے اورآپ ﷺ نے نہ صرف اس کو قبول کیا بلکہ اس کپڑے کے حصے کرکے دیگر صحابہ کرام کو بھی ہدیہ کیا۔(۳)

غریبوں میں کپڑے تقسیم کرنا:

غریبوں کی مدد سے متعلق قرآن واحادیث میں بہت زیادہ فضیلتیں آئیں ہیں لہٰذا ان کے درمیان کپڑے تقسیم کرنا بھی بڑا ثواب ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی پر رحم کا معاملہ نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔(۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

(۱) ترمذی:۳۵/۲۔(۲) ابوداؤد:۴۹۸/۲۔(۳) ابوداؤد:۵۶۸/۲۔(۴) صحیح البخاری:۸۸۹/۲۔

’’بیوہ اور فقراء ومساکین کی امداد کرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے‘‘۔(۱)

حضرت معرور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے غلام کے جسم پر ایک چادر دیکھی، تو میں نے کہا:

اگر اس کو لیکر آپ پہن لیتے تو اچھا ہوتا اور اس کو دوسرا کپڑا دے دیتے، آپ نے فرمایا کہ میرے اور اس شخص کے درمیان کچھ بات تھی، اور اس کی ماں عجمی تھی، میں اس کی جانب مائل ہوگیا، اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

’’کیا تم نے فلاں کو قیدی بنالیا ہے، میں نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان کی والدہ کی جانب مائل ہوگئے ہو، میں نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر ابھی بھی جہالت ہے، میں نے کہا کہ عمر دراز کے باوجود جہالت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، وہ تمہارے بھائی ہیں، جن کو اللہ نے تمہارے دست رس میں دیا ہے، جس کا بھائی اس کے دست رس میں ہو اس کو چاہیے کہ جو وہ خود کھاتا ہے اس میں سے ان کو کھلائے، جو وہ پہنتا ہے اس میں سے پہنائے۔(۲)

اس لیے اپنے خادم کو بھی اچھا لباس دینا چاہئے۔

کپڑا پہننے کا مسنون طریقہ:

کپڑا پہننے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے کپڑے کے اندر دایاں ہاتھ ڈالے پھر بایاں ہاتھ اور کپڑا اتارتے وقت پہلے بایاں ہاتھ پھر دایاں ہاتھ نکالے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طہارت، چپل، جوتا اور لباس و پوشاک ہر چیز میں تیامن (داہنے سے شروع کرنا) پسند تھا۔(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کرتا پہنتے تو دائیں طرف سے پہننا شروع فرماتے تھے‘‘۔(۴)

---

(۱) صحیح البخاری:۸۸۸/۲۔(۲) صحیح البخاری:۸۹۴/۲۔(۳) صحیح البخاری:۸۷۰/۲۔(۴) ترمذی:۲۰۹/۱۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جب تم کپڑا پہنو یا وضو کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو ''۔(۱)

مذکورہ احادیث کی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں:

''اچھے کاموں میں تیامن پسندیدہ اور مستحب ہے اور دیگر کاموں میں تیاسر'' (بایاں)۔

کپڑا اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔اس لیے مستحب اور بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی نیا لباس زیب تن کیا جائے تو یہ دعاء پڑھے:

''**الحمد للّٰه الذی کسانی هذا ورزقنیه من غیر حول منی ولاقوة**''.(۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جدید کپڑا ملبوس فرمانے کے بعد یہی دعا کرتے تھے۔

پاک کپڑے:

لباس پہننے کے بارے میں سب سے پہلے اس کی رعایت کرنی چاہیے کہ وہ پاک ہو، کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔اللہ چاہتا ہے کہ انسان پاک رہے اور اس کے کام کی ساری چیزیں حتی کہ لباس وغیرہ بھی پاک رہیں۔کوئی چیز ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کر لیا جائے ناپاک نہ چھوڑا جائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''**فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ**''.(۳)

اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکی حاصل کرنا نصف ایمان ہے۔(۴)

اس لیے بہتر یہی ہے کہ انسان ہر وقت پاک وصاف کپڑا پہنے، البتہ پاک کپڑے نہ ہوں تو قابل ستر اعضاء کو چھپانے کے لئے ناپاک کپڑا پہننا جائز ہے۔

ناپاک کپڑے:

(۱) نماز کے لیے پاک کپڑے کا ہونا ضروری ہے، اگر کسی کے پاس ناپاک کپڑا ہو اور کپڑے میں ناپاکی ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

---

(۱) ابوداؤد: ۲/۱۷۵۔ (۲) ابوداؤد: ۲/۵۵۸۔ (۳) سورۃ التوبہ/۱۰۸۔ (۴) مسلم: ۱/۱۱۸۔

(۲) اگر مسافر کے پاس کوئی پاک کپڑا نہ ہو اور اس کے دھونے سے عاجز ہو کہ اس کے پاس یا تو پانی ہی نہ ہو یا پانی ہو لیکن اس کے استعمال کی صورت بیماری کا خطرہ ہو تو اس کے لئے اسی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اس ناپاک کپڑے میں پڑھی ہوئی نماز نہیں لوٹائے گا۔

(۳) اگر مکمل کپڑا خون سے رنگا ہوا ہو تو اس صورت میں اختیار ہے کہ وہ ننگے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر کپڑا پہن کر نماز پڑھے۔ البتہ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ (کپڑے پہن کر) کھڑے ہو کر رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھنا لازمی ہے اور فتاوی سراجیہ میں ہے کہ افضل یہ ہے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔(۱)

ڈرائی کلین میں دھلے ہوئے کپڑے:

ڈرائی کلین میں (بذریعہ پٹرول) جو کپڑے دھلے جاتے ہیں وہ پاک شمار کیے جائیں گے اور ان کپڑوں میں پڑھی گئی نمازیں درست قرار پائیں گی۔ البتہ جن لوگوں کو اپنے کپڑے کی ناپاکی کا یقین ہو مثلاً ناپاکی لگتے ہوئے یا لگی ہوئی خود دیکھی ہے تو ان کو پٹرول (ڈرائی کے ذریعہ) دھونے کے لیے دینے سے قبل خود پاک کر لینا چاہیے یا پھر دھل کر آنے کے بعد احتیاطاً پاک کر لینا افضل ہوگا۔ اسی طرح مشین سے نکلنے کے بعد اگر نجاست کا اثر نظر آئے تو اس کا دھونا ضروری ہوگا۔(۲)

نفیس لباس:

نفیس اور عمدہ لباس پہننے کی اجازت ہے بشرطیکہ اس سے مقصود کبر اور شہرت بے جا نہ ہو۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفیس و عمدہ لباس اختیار کیا ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں بعض بہت اچھے کپڑے تھے، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین میں زیب تن کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں حبری کپڑا پہنتے تھے''۔(۳)

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیہ: ۱/۴۱۶۔ (۲) نظام الفتاوی: ۱/۳۰-۳۱۔ (۳) المغنی لابن قدامہ: ۲/۳۷۰۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں عمامہ باندھتے اور سرخ جوڑا پہنتے تھے''۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبز رنگ والے جوڑے بھی پہنتے تھے اور آپ کا جبہ عیدین وجمعہ کے لیے الگ تھا ''۔(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب علم ودین پوتا حضرت علی بن الحسنؓ کے بارے میں منقول ہے کہ جاڑے میں وہ خز کا کپڑا پہنتے تھے جو پچاس دینار قیمت کا ہوتا تھا اور گرمی کا موسم آتا تو اسے دوسرے کو دے دیتے تھے یا اسے فروخت کرکے اس کی قیمت صدقہ کرتے، اور گرمی کے موسم میں مصری کپڑا استعمال کرتے (جو نفیس وباریک ہوتا تھا) اور وہ سرخ رنگ میں ہوتا تھا۔ اور وہ اللہ جل شانہ کے اس کلام کی تلاوت کرتے تھے:

''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ،وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْق''. (۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجیے کہ اللہ تعالی کے پیدا کیے ہوئے کپڑوں کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنائے ہیں اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

'' إن اللّٰه تعالیٰ یحب أن یری اثر نعمته علی عبده''. (۳)

اللہ جل شانہ کو پسند ہے کہ وہ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

اس لیے اصحاب علم ومال، نفیس وعمدہ کپڑا زیب تن کریں تو کوئی حرج نہیں۔

جمعہ وعیدین کا لباس:

عیدین وجمعہ یا دیگر فرحت وخوشی کے مواقع پر اچھے لباس پہننے کی اجازت دی گئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ماعلی أحدکم لو اشتری ثوبین لیوم الجمعة سوی ثوب مهنته ''. (۴)

---

(۱) سنن البیہقی: ۲۸۰/۳۔ (۲) اعراف/۳۲، الموسوعہ الفقہیہ: ۱۳۹/۶۔ (۳) ترمذی: ۱۰۵/۲۔ (۴) ابن ماجہ: ۳۴۸/۱۔

تم میں سے کسی کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر کام کے کپڑے کے علاوہ جمعہ کے لیے دو کپڑا (الگ سے) خریدے۔

اس لیے فقہاء نے جمعہ وعیدین وغیرہ مواقع کے لیے بہتر لباس پہننے کو مستحب قرار دیا ہے۔ نہ صرف جمعہ کے لیے بلکہ کسی تقریب میں جانے اور لوگوں سے ملاقات کے لیے بھی اچھا لباس پہننا چاہئے۔ امام ابوالفرج رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اسلاف ایسا کپڑا پہنتے تھے جو نہ زیادہ قیمتی ہوتا تھا اور نہ کم قیمت کا، بلکہ متوسط ہوتا تھا، اور اس میں جو بہتر ہوتا اسے جمعہ وعیدین یا بھائیوں سے ملاقات کے لیے اختیار کرتے تھے۔ اور ایسا کرنا ان کے نزدیک برا نہیں تھا''۔(۱)

اسلاف کا یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہی تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے ملاقات کے لیے نکلنے سے پہلے گھر میں ایک پانی کا طشت رکھا ہوا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کو دیکھ کر بال اور داڑھی کو درست کر رہے تھے تو میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں جب کوئی شخص اپنے بھائیوں سے ملاقات کے لیے نکلے تو اپنے آپ کو سنوار لے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے''۔(۲)

علماء کا لباس:

قدیم زمانہ سے اہل علم کا ایک متعارف لباس رہا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لباس ڈھیلا اور سادہ ہوا کرتا تھا۔ وہ عمامہ باندھتے تھے اور اس کا شملہ دونوں طرف کاندھے پر

(۱) الموسوعۃ الفقہیہ: ۱۳۹/۶۔ (۲) السمعانی فی ادب الاملاء ۳۲/۔

ڈالتے تھے۔ بعد کے دور میں ایسا ہی رہا، چوں کہ علم دین کی عظمت ہے، اس لیے علماء کے احترام اور ذی مرتبہ ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کا لباس بھی خاص طرح کا متعارف ہوتا کہ لوگ دیکھ کر یہ سمجھیں کہ یہ اصحاب علم ہیں، ان سے دین کے مسائل کو معلوم کرنا چاہئے۔

اسی لیے فقہاء احناف وشوافع نے یہ صراحت کی ہے:

''علماء کا لباس فاخر اور اچھا ہونا چاہئے اور ان کے کپڑے تنگ نہ ہوں بلکہ وسیع ہوں، انہیں طویل عمامہ بھی باندھنا چاہئے، ایسا ہی لباس منبر کے خطیب کو بھی اختیار کرنا چاہئے۔ بلکہ جس ملک میں علماء کا جو متعارف لباس ہو، اسے انہیں زیب تن کرنا چاہئے۔(۱)

لیکن فقہاء مالکیہ اور حنابلہ سادگی کے قائل ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ زیادہ طویل اور وسیع لباس یا لمبے عمامہ میں اسراف ہے، اس لیے اس سے علماء کو پرہیز کرنا چاہئے کہ مکروہ ہے۔(۲)

شہرت والا لباس:

البتہ ایسا مخصوص لباس اختیار کرنا جس سے مقصود لوگوں کی نگاہ میں آنا اور شہرت حاصل کرنا ہو، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی کپڑا پہنے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی کے مثل کپڑا پہنائیں گے پھر اس سے انگاروں کے شعلے پھوٹیں گے''۔

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہرت حاصل ہونے والی چیزوں سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ دو شہرت کی چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کپڑے کا باریک، گاڑھا، نرم، موٹا اور دوسرا لانبا و چھوٹا ہونا ہے البتہ درمیانہ رویہ محمود و مقصود ہے''۔(۳)

---

(۱) ردالمحتار: ۳/۴/۲۷، کشاف القناع: ۱/۲۷۹۔ (۲) الموسوعۃ الفقہیہ: ۶/۱۴۰۔ (۳) ابوداؤد: ۲/۵۵۸۔

تواضع والالباس:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام عام طور پر سادہ وسفید اور تواضع والالباس استعمال کرتے تھے، اس لیے اگر کوئی شخص قدرت کے باوجود نفیس کپڑے نہ خریدے بلکہ سادہ کپڑا استعمال کرے اور اس کا مقصد سادگی وتواضع ہو اور کبر وریا سے بچنا ہو تو یہ طریقہ محمود وپسندیدہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''من ترک أن يلبس صالح الثياب وهو يقدر عليه تواضعًا لله عزوجل، دعاه الله عزوجل على رؤوس الخلائق حتى يخيره في حلل الإيمان أيتهن شاء''. (۱)

اگر کسی نے اللہ جل شانہ سے انکساری وتواضع میں قدرت کے باوجود اچھے لباس پہننے کو چھوڑ دیا تو اللہ اسے (آخرت میں) لوگوں کی موجودگی میں بلاکر ایمانی حلے (کپڑے کے جوڑے) عطا کریں گے جیسا وہ پسند کرے گا۔

اس حدیث کی بنا پر علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی شخص نے قیمتی لباس کو تواضعاللہ چھوڑ دیا، نہ اس میں اس کا بخل ہوا اور نہ ہی مطلق چھوڑ دینے کا التزام ہو، تو اللہ اسے اس پر ثواب عطا کریں گے اور اسے کرامت والالباس پہنائیں گے۔ (۲)

تواضع والے لباس کے ذریعہ شہرت:

لیکن اگر تواضع والے کمترین لباس سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنی پہچان بنائے اور شہرت حاصل کرے، اور یہ کہ لوگ اسے دیکھ کر زاہد ومتقی خیال کریں تو ایسا لباس مکروہ

---

(۱) نیل الاوطار: ۱۱۴/۲۔ مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۷۷/۲۔ (۲) مجموع الفتاوی: ۱۳۸/۲۲۔



ہے، بلکہ کسی ایک متعین لباس کو زیب تن کرنا اور اس کے ذریعہ شہرت حاصل کرنا بھی مکروہ ہے، بعض بڑے بزرگ علماء نے دوسرے بزرگوں کے اس طرح کے لباس کو بھی ناپسند کیا ہے۔

ایک مرتبہ مشہور بزرگ حضرت صلت رحمہ اللہ، امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے پاس اس حال میں آئے کہ انہوں نے جبہ بھی اون (صوف) کا پہن رکھا تھا اور لنگی بھی اون کی تھی اور عمامہ بھی تو حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا:

''میرا خیال ہے کہ بعض افراد (قوم) صوف (اون) پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے پہنا تھا۔ حالاں کہ مجھ سے قابل اعتماد لوگوں نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے کپڑے کتان، اون اور روئی سے بنے ہوئے استعمال کیا تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی لائق اتباع ہے''۔(۱)

اس لیے کسی ایک لباس کی پابندی مناسب نہیں۔ لہذا کسی خاص قسم اور رنگ والے لباس کی ایسی پابندی کہ اس کی وجہ سے شہرت حاصل ہوتی ہو، ناپسندیدہ ہے۔



---

(۱) زاد المعاد: ۳۶/۱۔

﴿۲۸﴾

لباس کے اقسام

پائجامہ:

لباس مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور شریعت میں کسی خاص لباس پہننے کی تاکید نہیں ہے، البتہ جو لباس بدن کے حصہ کو اچھی طرح چھپائے وہ شریعت کی نظر میں اسی قدر بہتر ہے، پائجامہ بدن کے حصے کو زیادہ چھپاتا ہے، اس لیے اگر چہ تہبند کا استعمال صحیح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے زیب تن فرمایا ہے، لیکن پائجامہ کا استعمال بہتر ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا ہے۔

حضرت مالک بن عمیرہ اسدیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پائجامہ خریدا، اور قیمت زیادہ کر کے دی۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خریدنا بلاضرورت تو نہ ہوگا، ہاں زیادہ استعمال ازار (تہبند) کا کرتے تھے۔(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بازار آیا۔ آپ ایک پارچہ فروش کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں پائجامہ خریدا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ پائجامہ پہنتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیوں نہیں؟ سفر وحضر اور شب وروز پہنتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے بھی تو جسم پوشی کا حکم دیا گیا ہے''۔(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ زیب تن فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال ہی کے لیے خرید کیا ہوگا اور ایک سے زیادہ روایتیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ

(۱۔۲) فتح الباری: ۱۰/۲۷۳۔

وسلم نے خود بھی پائجامہ پہنا ہے اور دوسرے حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پائجامے استعمال کرتے تھے۔(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو تہبند نہ پائے تو وہ پائجامہ پہن لے اور جو شخص جوتا نہ پائے تو خفین (چمڑے کا موزہ) پہن لے،،۔(۲)

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پائجامہ پہننے کی اجازت دے رہے ہیں۔

لنگی:

پرانے زمانے میں پائجامہ کا استعمال بہت کم ہوا کرتا تھا، اکثر لوگ تہبند اور لنگی پہنا کرتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عام معمول تہبند اور لنگی پہننے کا تھا۔ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یمن کی تیار کردہ موٹی لنگی اور وہ کپڑا جس کو ملبدہ کہا جاتا ہے نکالا اور فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔(۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی لمبائی چار ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔(۴)

دھوتی:

دھوتی کو اگر لنگی کی طرح پہنا جائے تو شرعی اعتبار سے درست ہے، لیکن اس طرح پہنا جائے جیسا کہ موجودہ دور میں لوگوں کے پہننے کا رواج ہے کہ ران اور گھٹنہ کھلا ہے، تو درست نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء سے منع فرمایا ہے اور احتباء کے ممانعت کی وجہ ستر کا کھلنا ہے اور یہ دھوتی میں موجود ہے۔(۵)

---

(۱)زادالمعاد:۱/۱۵۱۔(۲)صحیح البخاری:۲/۸۶۳۔(۳)ابوداؤد:۲/۵۵۹۔(۴)جمع الوسائل فی شرح الشمائل/۱۷۰۔(۵)ابوداؤد:۲/۵۶۴۔

لہنگا:

موجودہ دور میں مسلم اور غیر مسلم عورتوں میں لہنگا پہننے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے، ایک زمانہ میں اس کو صرف غیر مسلم عورتیں پہنا کرتی تھیں اور یہ ان کا مخصوص لباس تھا۔ اس لیے ان کا مسلم عورتوں کو پہننا برا ہے، یہ تشبہ بالکفار کے دائرہ میں آتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ ہندو عورتوں کا مخصوص لباس ہے، اس لیے اس کا پہننا برا ہے۔(۱)

باریک اور چست لباس:

اسلام نے جہاں لباس کا ساتر ہونا ضروری قرار دیا ہے وہیں مردوں اور عورتوں کے لیے اس امر کی رعایت کو بھی ضروری قرار دیا ہے کہ مرد و عورت کے قابل ستر اعضاء ڈھکے ہوئے ہوں، لباس اتنے چست نہ ہوں، جن سے قابل ستر اعضاء کی ساخت نمایاں ہو جائے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ایسی عورتیں جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہیں، دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں اور خود بھی مائل ہونے والی ہیں، ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح جھکے ہوئے ہیں، یہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔(۲)

مذکورہ حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ اس طرح کا لباس پہننا درست نہیں ہے جو باریک ہو اور اس سے اعضاء کا رنگ نمایاں ہو کہ سفید ہے یا سیاہ۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وقیل معناہ تلبس ثوبا رقیقا یصف لون بدنھا''. (۳)

علامہ ابن عبدالبرؒ نے مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے '' وہ عورتیں ہیں جو ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں جن سے جسم

---

(۱) امداد الفتاوی: ۱۲۳/۴۔ (۲) مسلم: ۲۰۵/۲۔ (۳) النووی شرح مسلم: ۲۰۵/۲۔

نمایاں ہو، وہ نام کے کپڑے میں ملبوس ہیں اور حقیقت میں وہ ننگی ہیں‘‘۔(۱)

حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اس حالت میں گئی کہ اس کے سر پر باریک اوڑھنی تھی یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے پھاڑ دیا اور اسے دوسری اوڑھنی موٹے کپڑے کی پہنادی۔(۲)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی قباطی کپڑے لائے، ان میں سے ایک قبطیہ کپڑا مجھے دے کر فرمایا کہ اس کے دو حصے کرو، ایک ٹکڑے کی قمیص بنالو اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دو کہ وہ اس کی اوڑھنی بنالے، پھر جب واپس مڑے تو فرمایا کہ اپنی بیوی کو کہنا کہ وہ اس کپڑے کے نیچے دوسرا کپڑا لگالے تا کہ اس کا بدن نظر نہ آئے۔(۳)

قباطی مصری قبطیوں کے بنائے ہوئے سفید رنگ کے باریک کپڑوں کو کہتے ہیں۔

اس حدیث سے مرد کے لیے بطور قمیص باریک کپڑا پہننے کی اجازت معلوم ہوتی ہے مگر عورتوں کے لیے اس شرط پر باریک کپڑا پہننے کی اجازت ہے جب کہ وہ اس کے نیچے دوسرے کپڑے کا استر بنالیں، تا کہ ستر پوشی مکمل طور پر ہو سکے۔ البتہ گھروں میں اپنے شوہر کے سامنے باریک کپڑا پہن سکتی ہیں، جب کہ کوئی دوسرا ان کو نہ دیکھے۔(۴)

یہی حکم تنگ اور چست لباس کا ہے کہ عورتیں اپنے شوہر کے سامنے جب کوئی دوسرا دیکھنے والا گھر میں نہ ہو، تو تنگ و چست لباس پہن سکتی ہیں۔ مگر اس طرح کے غیر ساتر باریک لباس میں ان کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

کپڑے کا ٹخنہ سے نیچے ہونا:

اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ہر عمل بندگی کا مظہر اور تواضع کا حامل ہو اس لیے کہ اللہ تعالی کے نزدیک تواضع سے بڑھ کر کوئی وصف محبوب و پسندیدہ نہیں ہے۔ کبر اور شہرت اللہ

(۱) المفصل فی احکام المرآۃ:۳/۳۰۱۔ (۲) الموسوعۃ الفقہیہ :۶/۱۳۶۔ (۳) ابوداؤد:۲/۵۶۸۔ (۴) الموسوعۃ:۶/۱۳۶۔

تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا، اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ایسا لباس پہنائیں گے جس سے آگ کے انگارے پھوٹ رہے ہوں گے''۔(۱)

اسلام سے پہلے شاہان مملکت اپنا لباس ٹخنہ سے نیچے لٹکاتے تھے اور اس کے ذریعہ اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نصف پنڈلی تک تہبند پہننے کا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ماأسفل من الكعبين من الإزار ففي النار". (۲)

جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے وہ حصہ جہنم میں ہے۔

اس لیے ٹخنہ سے نیچے پائجامہ یا لنگی پہننا مکروہ ہے لیکن یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ ٹخنہ سے نیچے پائجامہ یا تہبند زیب تن کریں، جو حکم پائجامہ اور لنگی کا ہے وہی حکم قمیص اور کرتا کا بھی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم ازار (لنگی) کے سلسلے میں دیا ہے وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔(۳)

کرتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا زیب تن کیا ہے، اور کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب و پسندیدہ کپڑا تھا جس کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

---

(۱) ابوداؤد: ۵۵۸/۲۔ (۲) صحیح البخاری: ۸۶۱/۲۔ (۳) ابوداؤد: ۵۶۶/۲۔

”کان أحب الثياب إلى النبی صلى الله عليه وسلم القميص“.(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے محبوب کپڑا قمیص تھا۔

دوسری روایت میں ہے:

”كانت يدكم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الرسغ“.(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔

ٹوپی:

اسلامی تہذیب کا تقاضہ ہے کہ سر ڈھکا رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادتر عمامہ استعمال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔ حضرت رکانہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

”ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا ہے“۔(۳)

لیکن بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف عمامہ باندھتے تھے، کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے، بعض دفعہ صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے“۔(۴)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا بأس بلبس القلانس وقد صح أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يلبسها“.(۵)

ٹوپی پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو پہننا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

رومال:

سر کے اوپر کوئی ایسا کپڑا ڈال لینا جو پیشانی تک آجاتا ہو اس کو رومال کہتے

(۱-۲) ابوداؤد:۵۵۸/۲۔ (۳) ابوداؤد:۵۶۴/۲۔ (۴) زادالمعاد:۱۳۵/۱۔ (۵) فتاویٰ ہندیہ:۳۳۰/۵۔

ہیں، اس کا سر پر رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت والی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں یہ ہے:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر کپڑا اڈال کر سر جھکائے آ رہے تھے“۔(۱)

بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے اوپر بھی رومال کی شکل کا کپڑا باندھتے تھے جس کو عصابہ کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں:

”عصب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی رأسہ حاشیۃ برد“.(۲)

مرض الوفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک پر اونی، سوتی رومال رکھے ہوئے تھے جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنا چہرہ کھولتے تھے۔(۳)

عمامہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول عمامہ باندھنے کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باندھا تھا۔ یہ بھی معمول تھا کہ کبھی صرف عمامہ باندھتے اور کبھی ٹوپی پہن کر اس کے اوپر عمامہ باندھتے تھے۔(۴)

عرب میں عمامہ باندھنے کا عام رواج تھا مشرکین اور مسلمان سب باندھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیاز قائم کرنے کے لیے یہ فرمایا ہے:

”ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ ہم عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں اور وہ لوگ ٹوپی کے اوپر نہیں، بلکہ صرف عمامہ باندھتے ہیں۔(۵)

سن ۸/ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔(۶)

(۱۔۲) صحیح البخاری:۸۶۴/۲۔ (۳) صحیح البخاری:۸۶۵/۲۔ (۴) زادالمعاد:۱۳۵/۱۔ (۵) ابوداؤد:۵۶۴/۲۔ (۶) ابوداؤد:۵۶۳/۲۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کالا عمامہ باندھنے کو مستحب قرار دیا ہے اور عمامہ باندھنے کا مستحب طریقہ یہ بتلایا ہے کہ عمامہ کے چھور کو دونوں مونڈھوں کے درمیان پیٹھ کے بیچ تک چھوڑ دیا جائے۔

"وندب لبس السواد وإرسال ذنب العمامة بين الكتفين إلى وسط الظهر". (۱)

موزہ:

موجودہ دور میں مختلف قسم کے موزے عام طور پر استعمال ہو رہے ہیں، چمڑے کے موزہ کا استعمال قدیم زمانے سے ہے۔ آج کل سوتی اور اونی کپڑے کا موزہ تیار کیا جاتا ہے۔ اونی، سوتی موزے پر اگرچہ عمومی طور پر مسح جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ موٹا ہو اور بغیر باندھے پاؤں پر ٹکا ہوا ہو تو اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ باریک سوتی، اونی موزہ پر مسح نہیں کر سکتے ہیں لیکن اس کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بہرحال موزہ پہننا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ (۲)

سوئیٹر، جیکٹ، گون:

سرد علاقوں میں ٹھنڈک سے محفوظ رکھنے میں سوئیٹر، جیکٹ، گون وغیرہ کا اہم کردار ہے موجودہ دور میں لوگوں نے چادر کو چھوڑ کر ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے ان ہی اشیاء کو اپنا لیا ہے۔ اور چادر کا استعمال دن بدن متروک ہوتا جا رہا ہے۔ ان لباسوں کو پہننا از روئے شرع جائز ہے اور اگر حسن نیت ہو تو اجر بھی ملے گا۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مابین "قبا" تقسیم فرمایا مگر حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو ایک بھی قبا نہیں دیا۔ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے میرے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ گیا، پھر کہا کہ اندر

---

(۱) فتاوی ہندیہ: ۳۳۰/۵ (۲) مسلم: ۱۳۲/۱

جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے جسم مبارک پر انہی قبا میں سے ایک قبا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے چھپا کر رکھا تھا حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور خوش ہوئے۔(۱)

جبہ:

ہندوستان و پاکستان کے سرد علاقوں میں جبہ کا رواج عام ہے، اس کو کرتے کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کرتے کے اوپر بھی پہنتے ہیں، اس کا پہننا جائز ہے۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیب تن کیا ہے۔ غزوہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبہ پہنے ہوئے تھے، عمومی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استعمال کثرت سے فرماتے تھے۔(۲)

چادر:

انسان سردی گرمی ہر موسم میں کپڑا استعمال کرتا ہے، بعض کپڑے ایسے ہیں جن کو صرف گرمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور بعض کو صرف سردی میں، لیکن چادر ایک ایسا لباس ہے جس کو انسان سردی گرمی ہر موسم میں استعمال کرتا ہے۔

حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھچر پر بیٹھ کر تقریر کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لال رنگ کی چادر زیب تن کر رکھی تھی اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی کر رہے تھے۔(۳)

یہ لال چادر بالکل سرخ نہیں تھی بلکہ اس کے اندر سرخ رنگوں کی دھاری تھی۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چادر کا استعمال سنت ہے۔(۴)

---

(۱) صحیح البخاری:۲/۸۶۳۔ (۲) زادالمعاد:۱/۱۴۳۔ (۳) ابوداؤد:۲/۵۶۳۔ (۴) زادالمعاد:۱/۱۴۳۔

بستر:

انسان اپنی خواہش کے مطابق نفیس سے نفیس بستر رکھ سکتا ہے،شرعا درست ہے اسی طرح عمدہ سے عمدہ بستر کی چادر بھی رکھ سکتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس قالین ہے۔میں نے کہا: ہم لوگوں کے پاس قالین کی حیثیت کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مستقبل میں تم لوگوں کو بھی قالین حاصل ہوگی''۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستر کے بارے میں بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔(۲)

تکیہ:

تکیہ کا استعمال درست ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا استعمال ثابت ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''وكان وسادة رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى ينام عليه بالليل من أدم حشوها ليف''. (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھ کر سوتے تھے چمڑے کا تھا اس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔

کمبل:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بہت سے کپڑوں کو زیب تن فرمایا ہے

(۱۔۲۔۳)ابوداؤد:۲/۱۷۵۔

وہیں کمبل بھی استعمال فرمایا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالے کمبل کو رنگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا، جب پسینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ کی بد بو محسوس کی، چنانچہ اس کو رکھ دیا''۔(۱)

نبوت کے ابتدائی دور میں جب وحی کا آغاز ہوا تو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دہشت محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے حضرت خدیجہؓ سے کہا تھا: ''**زملونی زملونی**'' (میرے جسم پر چادر ڈالو) اس کے بعد دو سورتیں نازل ہوئیں ''**یا ایھاالمزمل ۔ یا ایھاالمدثر**'' جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے کپڑے میں لپٹنے والے اور کمبل میں لپٹنے والے کا نام دے کر پکارا۔(۲)

کپڑے میں تشبہ:

لباس اور وضع قطع کے بارے میں شریعت کا اہم قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار ومشرکین کی مشابہت نہیں اختیار کرنی چاہئے، بلکہ ان کا الگ شعار ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''**من تشبه بقوم فهو منهم**''.(۳)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا تشبہ اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کا تشبہ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔(۴)

ان روایات سے تشبہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک قوم کا دوسری قوم سے ہر چھوٹی بڑی چیز میں ممتاز ہونا اور تشبہ سے مکمل طور پر

---

(۱)ابوداؤد:۵۶۳/۲۔(۲)صحیح البخاری:۳۳/۲ ۷۔(۳)ابوداؤد:۵۵۹/۲۔(۴)ابوداؤد:۵۶۶/۲۔

اجتناب کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ایسی حدیں مقرر کرنا ضروری ہے جن کے ذریعہ احکام متعین کیے جاسکیں کہ کن امور میں کس درجہ کا تشبہ ناجائز ہے۔

(۱) ظاہر ہے کہ تشبہ کی بدترین قسم وہ ہے جو دینی و مذہبی شعائر میں ہو، مثلاً ہندوؤں کی طرح قشقہ لگانا، سکھوں کی طرح ہاتھ میں بالے پہننا اور مخصوص انداز میں بال کو گوندکر پگڑی باندھنا، عیسائیوں کی طرح صلیب لٹکانا، برہمنوں کی طرح زنار پہننا وغیرہ یہ بہرحال حرام ہونگے۔

(۲) جہاں تک معاشرتی اور سماجی زندگی اور باہمی تعلقات کی بات ہے اس میں بھی اسلام کی منشاء یہ ہے کہ مسلمان اپنے طور وطریق میں ممتاز رہیں مثلاً سلام میں یہودیوں اور عیسائیوں کے تشبہ سے روکا گیا۔ پس ایسی چیزیں جن کے لیے شریعت نے اصول مقرر کردیئے ہیں جیسے کھانا پینا، داڑھی، مونچھ، آداب ملاقات، ان امور میں اسلامی طریقے کو نظرانداز کر کے کسی خاص قوم کی وضع کو اختیار کر لینا مکروہ ہوگا۔

(۳) لباس کے احکام میں چند خاص قیود وحدود کے ساتھ شریعت نے فراخی رکھی ہے۔ ان حدود میں سے ایک یہ ہے کہ لباس ایسا نہ ہو کہ دوسری قوموں سے تشبہ میں نمایاں ہو اور دیکھتے ہی یہ خیال ہو کہ فلاں قوم کا یہ شخص ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’مگر تشبہ کا حکم اسی صورت میں ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر اس شبہ میں پڑ جائے کہ یہ شخص اس قوم کا فرد ہے‘‘۔(۱)

علامہ تھانوی رحمہ اللہ لندن میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے جیسے ہندستان میں وہاں اس کا پہننا ’’من تشبہ بقوم فھو منھم‘‘ میں داخل ہوتا ہے۔ اور جہاں ملکی

(۱) کفایۃ المفتی: ۱۶۰/۹، جواب/۲۰۹۔

ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں وہاں پہننا کچھ حرج نہیں''۔(۱)

(۴) اسی طرح مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا تشبہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور ایسی چیز کا استعمال کرنا جس کو دیکھ کر مرد کے عورت اور عورت کے مرد ہونے کا گمان ہو جیسے ہار، کنگن، پازیب وغیرہ پہننا یہ درست نہیں ہے۔(۲)

البتہ اگر کسی علاقہ میں ایسا ہو کہ عورتوں اور مردوں کے لباس کی وضع میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے تو ایسی صورت میں ان کے لباس میں یہ تشبہ کراہت کے دائرہ میں نہیں آئے گا۔(۳) جیسے فرن جو کشمیر و دیگر سرد علاقوں میں رائج ہے اور عورت، مرد دونوں پہنتے ہیں۔

فساق کا لباس:

مسلمانوں کو اپنے لباس میں ممکن حد تک غیر مسلموں اور فساق و فجار کی مخصوص وضع اور لباس سے احتراز کرنا چاہئے نیز مرد و عورت کے لباس اور ان کی وضع قطع میں بھی امتیاز باقی رہنا چاہئے، اور دیندار و صالحین کی وضع قطع اختیار کرنی چاہئے۔

کوٹ، پینٹ، ساڑی اور بلاؤز:

کوٹ، پینٹ کا پہننا کسی زمانے میں گرچہ مکروہ تھا اور حدیث ''**من تشبہ بقوم فھو منھم**'' میں داخل تھا لیکن موجودہ دور میں بلا کراہت ان کا استعمال درست ہے، اس لیے کہ اب یہ کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں ہے، اور ان کپڑوں کے استعمال سے ذہن پہننے والوں کو دوسری قوم کا تصور بھی نہیں کرتا ہے اور یہ ہر قوم و مذہب میں مروج ہے، اب یہ کوئی مذہبی و قومی لباس نہیں رہا۔

---

(۱) امداد الفتاوی: ۲۶۸/۴۔ (۲) عمدۃ القاری: ۴۱/۲۲۔ (۳) فتح الباری: ۴۰۸/۱۰۔

البتہ بلاؤز میں اگر قابل ستر حصہ کھلتا ہے تو بہر صورت ناجائز و حرام ہوگا اور یہ حرمت تشبہ کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ عورت کا قابل ستر حصے کا کھلے رہنے کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح ساڑی جن علاقوں میں تمام عورتیں پہنتی ہیں، اس کا پہننا جائز ہے اوراب یہ کسی خاص مذہب کا شعار نہیں ہے۔اس لیے اب اس کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جانگیہ پہننا:

مرد کا ستر جس کا چھپانا ضروری ہے ناف سے گھٹنے تک ہے اس لیے ایسا کوئی بھی جانگیہ یا نصف پائجامہ پہننا جس سے گھٹنے کھلے رہیں اس کی اجازت نہیں۔کیوں کہ اس میں ستر کھلا رہ جاتا ہے۔البتہ پائجامہ یا لنگی کے نیچے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔



رنگین لباس

جس طرح کپڑا ہر انسان اپنے ذوق و پسند سے اختیار کرتا ہے اسی طرح اس کا رنگ بھی اپنی پسند سے منتخب کرتا ہے۔ شریعت نے لوگوں کے ذوق ومزاج کی رعایت کرتے ہوئے عام طور پر چند رنگوں کو چھوڑ کر ہر رنگ کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

فقہاء کرام لکھتے ہیں:

”**ولا بأس بسائر الألوان**“.(۱)

یعنی چند رنگ کو چھوڑ کر ہر طرح کے رنگین کپڑے کا استعمال مرد اور عورت دونوں کے لیے جائز ہے۔ چند رنگ ایسے ہیں جن کی اجازت مردوں کے لیے نہیں ہے، عورتوں کے لیے ہے، ان کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

سفید رنگ:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید رنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو کہ وہ تمہارے کپڑوں میں سب سے بہتر ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو دفن کیا کرو۔(۲)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑے میں ہیں اور سو رہے ہیں“۔(۳)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول سفید کپڑے کے استعمال کا تھا۔

اس لیے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے سفید لباس پہننے کو مستحب قرار دیا ہے۔

---

(۱) رد المحتار: ۶/ ۳۵۸۔ (۲) ابوداؤد: ۲/ ۵۶۲۔ (۳) صحیح البخاری: ۲/ ۸۶۷۔

"ویستحب الأبیض". (۱) سفید کپڑا پہننا مستحب ہے۔

سیاہ رنگ:

سیاہ رنگ کے کپڑوں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو کالے رنگ سے رنگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیب تن فرمایا"۔ (۲)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ استعمال کیا ہے۔ فتح مکہ کے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سیاہ عمامہ سر مبارک پر تھا۔ (۳)

عورتوں کے لیے بھی سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام خالد بنت خالدؓ کو بھی ایک سیاہ لباس تحفۃً عطا فرمایا تھا۔ (۴)

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان روایات کی وجہ سے سیاہ رنگ کے لباس کو بھی مستحب قرار دیا ہے۔ "ویستحب الأبیض وکذا الأسود". (۵)

لیکن میت پر اظہار غم کے لیے خاص طور پر اگر کوئی سیاہ لباس پہنے تو جائز نہیں ہے۔ (۶)

سبز رنگ:

سبز رنگ کا کپڑا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا ہے۔

حضرت ابو رمثہؓ فرماتے ہیں:

"میں اپنے والد محترم کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلمکو دو سبز رنگ کی چادر میں ملبوس پایا"۔ (۷)

---

(۱) ردالمحتار: ۳۵۱/۶۔ (۲۔۳) ابوداؤد: ۵۶۳/۲۔ (۴) صحیح البخاری: ۸۶۶/۲۔ (۵) ردالمحتار: ۳۵۱/۶۔ (۶) فتاوی ہندیہ: ۳۳۰/۵۔ (۷) ابوداؤد: ۵۶۳/۲۔

سبز رنگ کا لباس اہل جنت کا لباس ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

”عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُ سٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ “.(۱)

اوپر کی پوشاک ان کی، کپڑے ہیں باریک ریشم کے، سبز اور گاڑھے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے سبز رنگ کے لباس کو مسنون قرار دیا ہے:

”ولبس الأخضر سنة “.(۲) سبز رنگ کا لباس پہننا مسنون ہے۔

سبز رنگ کا لباس مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی جائز ہے۔

حضرت رفاعہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر اس سے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی نے شادی کر لی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے جسم پر سبز رنگ کی اوڑھنی تھی۔(۳)

سرخ رنگ:

مردوں کے لیے سرخ کا لباس استعمال اگر چہ جائز ہے مگر ناپسندیدہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گلابی، زرد رنگ سے رنگین کپڑے میں ملبوس دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ چناں چہ میں وہاں سے نکلا اور اس کو جلا دیا، پھر (دوسرے دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے کپڑوں کو کیا کیا؟ میں نے کہا اس کو جلا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہیں دے دیا (اس لیے کہ عورتوں کے لیے ان کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے)۔(۴)

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا ہے۔(۵)

فقہاء میں مالکیہ شافعیہ وغیرہ سے اس رنگ کا جواز منقول ہے اور احناف میں بھی

(۱) الدھر/۲۱۔ (۲) ردالمحتار: ۶/۳۵۱۔ (۳) صحیح البخاری: ۲/۸۶۶۔ (۴) ابوداؤد: ۲/۵۶۲۔ (۵) ابوداؤد: ۲/۵۶۳۔

اس رنگ کے بارے میں دو طرح کے اقوال ملتے ہیں، بعض نے مکروہ تحریمی اور بعض نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ سرخ رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ نے مکروہ تنزیہی کا فتویٰ دیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اگر ایسا سرخ کپڑا ہو جو خواتین استعمال کرتی ہیں تو مردوں کے لیے ان کا استعمال مکروہ ہے اور جو کپڑا اس طرح کا سرخ نہ ہو اسے مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں''۔(۱)

البتہ اگر سرخ رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ مخلوط ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سرخ چادر استعمال کی تھی وہ سیاہ رنگ کے دھاگے سے بھی بنائی گئی تھی۔

البتہ خواتین کے لیے گلابی و سرخ رنگ کا لباس بلا کراہت جائز ہے۔

زعفران سے رنگا ہوا کپڑا:

مردوں کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

'' نهى النبى صلى الله عليه وسلم أن يتزعفر الرجل''.(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے کپڑا کو زعفران سے رنگنے سے منع فرمایا۔

اس لیے فقہاء کرام رحمہم اللہ زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال مردوں کے لیے مکروہ قرار دیتے ہیں البتہ عورتوں کے لیے بلا کراہت جائز ہے۔(۳)

زنانی رنگ کے کپڑے:

زعفرانی رنگ بھی زنانہ رنگ شمار ہوتا ہے، اس کے علاوہ احمر قانی (گاڑھا سرخ)

---

(۱) ردالمحتار: ۳۵۸/۶۔ (۲) صحیح البخاری: ۸۶۹/۲۔ (۳) فتاوی ہندیہ: ۳۳۲/۵۔

شوخ گلابی کسم کا رنگ جو زرد ہوتا ہے یہ سب رنگ زنانہ شمار ہوتے ہیں اس لیے ان رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کا استعمال مردوں کے لیے درست نہیں ہے، البتہ عورتوں کے لیے درست ہے۔(۱)

مخلوط رنگوں والا لباس:

موجودہ دور میں اکثر کپڑے کئی قسم اور کئی رنگ کے دھاگوں سے بنائے جاتے ہیں ان میں سرخ، زرد، سبز، سیاہ ہر قسم کے رنگ کے دھاگے استعمال کئے جاتے ہیں، یا بنانے کے بعد ان کو پرنٹ کیا جاتا ہے، اس طرح کے کپڑوں کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے:

”**عن ابی حنیفة لابأس بالصبغ الأحمر والأسود**“.(۲)

سرخ اور سیاہ رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

” آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبری کپڑا پہننا پسند کرتے تھے“۔(۳)

حبرہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یمنی چادر ہے اور یمنی چادریں مختلف رنگوں سے بنی ہوئی ہوتی تھیں۔

علامہ ہروی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد منقش اور مختلف رنگوں کی چادریں ہیں۔(۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف رنگوں سے مخلوط (MIX) کپڑے استعمال کرنا جائز و درست ہے۔



---

(۱) ردالمحتار: ۳۵۸/۶۔ (۲) فتاویٰ ہندیہ: ۳۳۲/۵۔ (۳) صحیح البخاری: ۸۶۵/۲۔ (۴) حاشیہ محدث احمد علی سہارنپوری علی صحیح البخاری: ۸۶۵/۲۔

اونی اور سوتی کپڑے

لباس کے سلسلہ میں انسانی ذوق ومزاج میں خاصا فرق ہوتا ہے۔سماجی حالات، مختلف علاقوں کی معاشرت ورہن سہن اور طبعی میلانات میں تفاوت یہ تمام اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے لباس کی پسند وناپسند میں فرق کا پایا جانا ایک فطری چیز ہے۔مخصوص وقت میں گرچہ لباس میں یکسانیت برتی جاسکتی ہے مگر ہمہ وقت یکساں لباس غیر فطری ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف قسم اور رنگ کے کپڑے استعمال فرمائے ہیں۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر اون کا رومی جبہ تھا جس کی بازوئیں تنگ تھیں چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے میں ملبوس ہوکر ہم لوگوں کی امامت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دوسرا کپڑا نہیں تھا''۔(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتان اور سوت کے کپڑے بھی استعمال فرمائے ہیں۔علامہ ابن القیم جوزی لکھتے ہیں:

''وكان غالب ما يلبس هو وأصحابه ما نسج من القطن''.(۲)

زیادہ تر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کا معمول سوتی کپڑا پہننے کا تھا۔

ایک مرتبہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی حال میں حضرت صلت بن راشد رحمہ اللہ اونی جبہ، تہبند اور عمامہ پہن کر آ گئے، آپ اس سے گھبرائے اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ کچھ لوگ اونی کپڑا اس لئے پہنتے ہیں کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

---

(۱)ابن ماجہ:۲۹۲/۲۔(۲) زادالمعاد:۱۴۲/۱۔

استعمال فرمایا ہے حالاں کہ مجھے باوثوق ذریعہ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتان، اون اور سوت کے کپڑے زیب تن فرمائے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پیروی کی زیادہ حقدار ہے۔(۱)

اس لیے علامہ ابن القیم جوزیؒ نے بعض صوفیاء کے خاص طور پر اونی لباس ہی کے استعمال کرنے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے، فرماتے ہیں کہ افضل طریقہ تو وہی ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے یہاں لباس کے بارے میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کپڑا میسر آجاتا اس کو زیب تن فرماتے خواہ وہ کتان کا ہو یا سوت یا اون کا۔(۲)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں کسی خاص قسم کے کپڑے کو مخصوص نہیں کیا گیا ہے بلکہ سوتی، ٹیریکوٹن، وولویٹ، اونی، کھادی یا اس طرح کی دیگر اشیاء جن سے کپڑے بنائے جاتے ہیں، اس کو پہن سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ گرمی سے بچنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونی یا سوتی رومال استعمال کیا ہے۔(۳)



(۱) زادالمعاد: ۱/۱۴۳۔ (۲) زادالمعاد: ۱/۱۴۳۔ (۳) صحیح البخاری: ۲/۸۶۵۔

ریشمی کپڑے

قدیم زمانہ سے انسان ریشم کے کپڑے استعمال کرتا آرہا ہے، شریعت نے اس کے استعمال کے بارے میں عورتوں کے لیے مطلق اجازت دی ہے، مگر مردوں کے لیے ایسا لباس جو اصلی ریشم سے تیار کیا گیا ہو اس کو اس طرح استعمال کرنا کہ بدن سے مس کرتا ہو حرام ہے۔ اصل ریشم سے مراد ریشم کے کیڑوں سے پیدا شدہ ریشمی دھاگوں سے بنایا ہوا کپڑا ہے۔(۱)

مصنوعی ریشم:

آج کل عموماً مصنوعی ریشم استعمال ہوتا ہے اس کا استعمال جائز ہے، اگرچہ عرف میں اس کو ریشم کہتے ہیں، ہاں اگر کسی کپڑے کا اصلی ریشم کا ہونا تحقیق سے ثابت ہو جائے تو اس کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں ہوگا۔(۲)

عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا:

عورتوں کے لیے ریشمی کپڑا پہننا درست ہے، اصلی ریشمی کپڑوں کے استعمال کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ واضح ارشادات ہیں جن میں مردوں کے لیے اس کا حرام ہونا اور عورتوں کے لیے جائز ہونا بیان کیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونے کا لباس حرام ہے اور خواتین کے لیے جائز ہے۔(۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

---

(۱) ردالمحتار: ۶۱/۵۔ ۳۵۱/۶۔ (۲) احسن الفتاوی: ۶۶/۸۔ (۳) ابن ماجہ: ۲۹۷/۲۔

''جو شخص دنیا میں ریشمی لباس پہنے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں''۔(۱)

مردوں کے لئے ریشمی کپڑا:

مردوں کے لیے ریشم کی تھوڑی مقدار جائز ہے۔تھوڑی مقدار سے مراد لمبائی اور چوڑائی میں چار انگل ہے۔البتہ چار انگل کی مقدار سے زیادہ ریشم کا استعمال اس وقت مکروہ ہے جب کہ ایک ہی جگہ اتنی مقدار سے زائد ہو،اگر متفرق جگہ ہو لیکن چار انگل سے کم کر کے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۲)

حضرت عمرؓ نے جابیہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے کپڑے استعمال کرنے سے منع فرمایا مگر دو انگل،تین انگل اور چار انگل کی مقدار''۔(۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جبہ بھی استعمال کیا جس کے کنارے ریشمی کپڑے سے سلے ہوئے تھے۔(۴)

اگر ریشمی کپڑا جسم کے اندرونی اور بالائی کپڑے کے درمیان ہو اور وہ بدن سے مس نہ ہو رہا ہو جس کو حشو (زائد) کہا جاتا ہے تو ایسے کپڑے کا استعمال جائز ہے۔(۵)

ریشمی لحاف:

ریشمی لحاف کا استعمال عورتوں کے لیے جائز ہے البتہ مردوں کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس میں ایک طرح سے پہننا پایا جاتا ہے۔(۶)

البتہ اگر اس کے نیچے استر ہو اور ریشم بدن سے مس نہ ہو تو جائز ہوگا جیسے صدری،کورٹ،جیکٹ وغیرہ۔

---

(۱) صحیح البخاری:۸۶۷/۲۔(۲) ردالمحتار:۳۵۱/۶۔۳۵۲۔(۳) صحیح لمسلم:۱۹۲/۲۔(۴) صحیح لمسلم:۱۹۰/۲۔
(۵) ردالمحتار:۳۵۲/۶۔(۶) ردالمحتار:۳۵۴/۶۔

ریشمی دھاری:

کپڑے پر ریشم کی دھاری کو بعض فقہاء نے کم ہو یا زیادہ مطلقاً جائز قرار دیا ہے اور یہی زیادہ صحیح قول ہے۔علامہ شامی رحمہ اللہ نے علامہ سرخسی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے:

"**لابأس بالعلم فی الثوب لأنه تبع ولم یقدر**".(۱)

کپڑے پر ریشم کی دھاری میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ وہ کپڑے کا تابع ہے اور فقہاء کرام نے دھاری کی مقدار متعین نہیں کی ہے۔

ریشمی دھاگے:

ریشمی دھاگے سے آج کل کپڑوں پر کشیدہ کاری کی جاتی ہے مختلف قسم کے نقش ونگار بنائے جاتے ہیں۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ریشمی دھاگے سے سلا ہوا تھا۔(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریشمی دھاگے کا استعمال قدیم زمانے سے ہے، ریشمی دھاگے سے کپڑے کی سلائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے:

"**لابأس بعروة القمیص و زره من الحریر**".(۳)

ریشمی دھاگے سے کاج، بٹن کر سکتے ہیں۔

ریشمی پردہ:

موجودہ دور میں دروازوں پر پردے لگائے جاتے ہیں، خالص ریشم سے تیار کردہ کپڑا بغرض پردہ گھروں کے دروازے یا الماری پر لٹکا سکتے ہیں۔البتہ زینت کے لیے ریشم کے کپڑے کو لٹکانا مکروہ ہے۔(۴)

---

(۱) ردالمحتار:۳۵۳/۶۔(۲) مسلم:۱۹۰/۲۔(۳) ردالمحتار:۳۵۵/۲۔(۴) ردالمحتار:۳۵۴/۲۔

ریشمی تانے بانے کا حکم:

ایسا کپڑا جس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا ریشم کا نہ ہو تو اس کا استعمال درست ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی میں لکھتے ہیں:

"ویحل لبس ما سداہ إبریسم ولحمته غیرہ"۔(۱)

جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑوں میں اصل بانا ہی ہوتا ہے اور بانا ریشم کا نہیں ہے۔ اگر بانا ریشم کا ہو اور تانا ریشم کے علاوہ کسی اور دھاگے کا تو اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔ البتہ اگر بانا میں ریشم کے ساتھ غیر ریشم مل جائے تو اس صورت میں ظاہری صورت کا اعتبار ہوگا اگر ریشم ہی ریشم ظاہراً نظر آتا ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

ریشمی کپڑے پر بیٹھنا، سونا:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ریشمی بستر، فرش، تکیہ وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔(۲)

کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر و دیباج کے کپڑے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔(۳)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ آج کل چھوٹے بچوں کو بطور شوق ریشمی کپڑے پہناتے ہیں، حالانکہ نابالغ لڑکوں کو پہنانا جائز نہیں ہے، پہنانے والا گنہ گار ہوگا۔(۴)

ریشمی کپڑے سے مرہم پٹی:

موجودہ دور میں عموماً سوتی کپڑے سے مرہم پٹی کی جاتی ہے۔ البتہ اگر ریشمی

---

(۱) ردالمحتار: ۳۵۶/۶۔ (۲) ردالمحتار: ۳۵۴/۶۔ (۳) صحیح البخاری: ۸۶۸/۲۔ (۴) فتاویٰ خانیہ: ۴۱۲/۳۔

کپڑے سے زخم پر پٹی کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو استعمال کرنا درست ہے۔ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

"الضرورات تبیح المحظورات". (۱)

ضرورت ناجائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو کھجلی کی وجہ سے ریشمی کپڑے استعمال کرنے کی اجازت دی تھی۔ (۲)

جس سے واضح ثبوت ملتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ریشمی کپڑا استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۳)

سونے چاندی کی دھاری:

کپڑے پر سونے کی دھاری عورتوں کے لیے زیادہ ہو یا کم مطلقاً جائز ہے، البتہ مردوں کے لیے صرف چار انگل کے بقدر جائز ہے اس سے زیادہ مکروہ ہے یہی حکم چاندی کی دھاری کا ہے۔ (۴)

سونا یا چاندی کے پانی سے پینٹ کئے ہوئے کپڑوں کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مناسب نہیں ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (۵)



---

(۱) الأشباہ والنظائر: ۸۵/۔ (۲) صحیح البخاری: ۸۶۸/۲۔ (۳) ردالمحتار: ۳۵۴/۶۔ (۴) ردالمحتار: ۳۵۵/۶۔
(۵) فتاوی ہندیہ: ۳۳۴/۵۔

چمڑے کالباس

روئی یاریشم کے علاوہ چمڑے سے تیار کردہ لباس بھی زمانہ قدیم سے استعمال کیاجاتاہے۔اللہ جل شانہ نے جانوروں کی کھال کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ارشادربانی ہے:

”وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِالْاَنْعَامِ بُيُوْتًا“.(۱)

اور بنائے تمہارے لیے جانوروں کے چمڑے سے گھر۔

شریعت نے انسان اورخنزیر کے علاوہ تمام حیوانات چاہے وہ بری ہوں یا بحری، اڑنے والے پرندے ہوں یا چرنے والے یا چیر پھاڑ کرنے والے جانوران سب کے چمڑوں کو دباغت دینے و پاک کرنے کے بعداستعمال کرنے کی مردوعورت دونوں کے لیے اجازت دی ہے، چاہے اسے کھانے پینے کے برتن کے طور پر استعمال کیا جائے یالباس،مصلیٰ،موزہ،جیکٹ،جوتاودیگراشیاءزینت میں استعمال کیاجائے۔(۲)

چمڑے کو پاک کرنا:

چمڑے کو پاک کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جانوروں کواللہ کا نام لے کرذبح کیا جائے چاہے ایسے جانور ہوں کہ جن کا گوشت کھانا جائز ہے یاایسے جانور ہوں کہ جن کا کھانا حرام ہے،سوائے خنزیر کے۔ذبح کے بعدان کے جسم سے چمڑاالگ کرلیا جائے تو وہ پاک ہوتاہے۔کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کی دباغت جانورکوذبح کرنا بتلایاہے۔(۳)

اس حدیث میں ذبح کردینے سے چمڑے کے پاک ہونے کو بیان کیا گیا ہے کیوں کہ ذبح کرنے سے بہنےوالاخون اورناپاک رطوبت دونوں زائل ہوجاتے ہیں۔

---

(۱)سورۃ النحل/۸۰۔(۲)فتاوی ہندیہ:۳۳۳/۵۔(۳)ردالمحتار:۲۲۴/۵۔

اگر جانور کو ذبح نہ کیا جائے بلکہ وہ مر جائے، اس کی موت چاہے جس طرح بھی ہوئی ہو، اس کے بعد اس کا چمڑا اگر اس کے جسم سے الگ کیا جائے تو وہ ناپاک ہوگا البتہ اس کی ناپاکی کو دباغت کے ذریعہ پاک کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

'' **أيما إهاب دبغ فقد طهر** ''.(۱)

جس چمڑے میں دباغت دے دیا گیا، وہ پاک ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مردہ بکری کے پاس سے گزر ہوا، (اس کو دیکھ کر) فرمایا:

''تم لوگوں نے اس کا چمڑا کیوں نہیں چھڑا لیا (پھر اس کو دباغت کے بعد اس سے فائدہ اٹھاتے) لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ بکری مردہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ کو صرف کھانا حرام ہے''۔(۲)

دباغت کا طریقہ:

چمڑے کی دباغت کا مقصد یہ ہے کہ چمڑے میں لگی ہوئی رطوبت ختم ہو جائے اور چمڑا خراب و بدبودار ہونے اور سڑنے سے بچ جائے اس کے لیے جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے درست ہے، (چاہے نمک لگا دیا جائے، دھوپ میں سکھا دیا جائے یا کیمیکل دواؤں کے ذریعہ رطوبت دور کر دی جائے) چمڑا پاک ہو جائے گا۔(۳)

کتے کا چمڑا:

کتے کی کھال بھی ذبح کرنے یا دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے، یہی حکم خنزیر کے علاوہ دیگر تمام حرام جانوروں کی کھال کا ہے۔ اس کو ہر قسم کی ضروریات میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔(۴)

---

(۱) مسند احمد: ۳۰۶/۳۔۴۷ (۲) صحیح البخاری: ۲۹۶/۱۔ (۳) ردالمحتار: ۲۰۳/۱۔ (۴) ردالمحتار: ۲۲۴/۱۔

سانپ، چوہے کی کھال:

ایسا سانپ جس میں خون نہ ہو اس کا چمڑا پاک ہوتا ہے البتہ جس سانپ میں خون ہوتا ہے اس کا چمڑا پاک نہیں ہوتا ہے کیوں کہ اس کی دباغت ممکن نہیں ہے۔ البتہ سانپ کا کیچوا (قمیص) پاک ہوتا ہے۔

چوہے کی کھال میں بھی دباغت ممکن نہیں ہے اس لیے وہ بھی ناپاک ہوگی، چاہے اس کو ذبح کر دیا جائے۔(۱) اگر دباغت ممکن ہو تو پاک ہوگی۔

خنزیر کی کھال:

خنزیر (سور) نجس العین ہے اس لیے اس کی کھال ہر حال میں ناپاک رہتی ہے۔ اور اس کا کسی طرح سے استعمال جائز نہیں ہے۔(۲)

چمڑے کی مصنوعات:

چمڑے کی مصنوعات عموماً پاک ہوتی ہیں البتہ اگر اس کا علم ہو جائے کہ چمڑے کی دباغت ناپاک و نجس چیز سے دی گئی ہے تو اس کو دھونا چاہئے۔ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔(۳)

چمڑے کا موزہ:

شریعت نے جہاں چمڑے کا لباس پہننے کی اجازت دی ہے وہیں چمڑے کا موزہ پہننے کی بھی اجازت دی ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد ایک پانی کا برتن لے کر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ

---

(۱) ردالمختار: ۱/۲۰۳-۲۲۴۔ (۲-۳) ردالمختار: ۱/۲۰۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے بعد پانی سے ناپاک حصہ کو دھویا اور وضو کرنے کے بعد خفین پر مسح کیا۔(۱)

خفین چمڑے کے موزہ کو کہتے ہیں۔خفین کے اوپر مسح سے متعلق احادیث معروف ومشہور ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو کوئی خفین پر مسح کو جائز قرار نہ دے وہ بدعتی ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں مسح علی الخفین کے جواز کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک احادیث میرے سامنے دن کی روشنی کی طرح نہیں آ گئیں،امام صاحب سے یہ بھی منقول ہے کہ جو مسح علی الخفین کو جائز قرار نہ دے مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔(۲)

مذکورہ حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چمڑے کے موزہ کا استعمال درست ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو استعمال کیا ہے۔

اگر خفین پہن رکھا ہو تو شریعت نے اس پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے، اور اس کے لیے وقت بھی مقرر کر دیا ہے کہ کتنے وقت مسح کر سکتا ہے۔

ابن ہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے موزے پر مسح کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین رات (یعنی بہتر گھنٹہ) اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات (یعنی چوبیس گھنٹہ) مقرر کیا ہے‘‘۔(۳)

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ مسح کرنے کی مدت کا علم ہوتا ہے اور مسح کی مدت کا اعتبار وضو ٹوٹنے کے وقت سے کیا جائے گا۔

مثال کے طور پر کسی نے وضو کیا اور وضو کر کے موزہ پہنا تھوڑی دیر بعد کسی وجہ کر وضو ٹوٹ گیا تو اب اس وقت سے مقیم کے لیے چوبیس گھنٹہ کا اعتبار ہوگا اور مسافر کے لیے ۷۲ر گھنٹے کا۔

---

(۱) صحیح البخاری:۱ر۳۳۔ (۲) ہدایہ وحاشیہ عبدالحیٔ:۱ر۴۰۔ (۳) مسلم:۱ر۱۳۴۔

جوتا، چپل:

جوتا بھی انسانی ضروریات کا ایک حصہ ہے یہ پاؤں کو ٹھنڈک اور ناپا کی سے محفوظ رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جبل طور پر خدائے تعالیٰ کی دیدار کے لیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا:

''**واخلع نعلیک**'' اور اپنے جوتے اتار دو۔

جوتا قدیم زمانے سے انسان کے پاؤں کا لباس شمار کیا جاتا رہا ہے۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر جوتا نہ پاؤ تو موزہ پہن لو''۔(۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ موزہ جوتے کے قائم مقام ہے، جو ضرورت جوتے سے حاصل ہوتی ہے وہ جوتا نہ ہونے کی صورت میں موزے سے بھی حاصل ہو جائے گی۔

جوتا، چپل سوائے سونا چاندی ہر قسم کی دھات اور اشیاء سے بنائے جا سکتے ہیں، خواہ وہ چمڑا، کپڑا، لوہا، لکڑی، پلاسٹک اور ربڑ وغیرہ کا ہو یا اس کے علاوہ کسی اور شئی کا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کی صورت کو بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے میں دو تسمہ تھا''۔(۲)

جوتا، چپل پہننے کی سنت یہ ہے کہ پہلے جوتے، چپل کے اندر دایاں پیر ڈالے پھر بایاں پیر اور نکالنے میں پہلے بایاں پیر نکالے، پھر دایاں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا۔(۳)

صرف ایک پیر میں جوتا یا چپل پہن کر چلنا نہیں چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک چپل یا جوتا پہن کر چلنے سے منع کیا اور فرمایا:

---

(۱) صحیح البخاری:۲/۸۶۳ (۲) صحیح البخاری:۲/۸۷۱ (۳) صحیح البخاری:۲/۸۷۰

''اگر جوتا چپل پہننا ہی ضروری ہو تو دونوں کو پہنو ورنہ کسی کو بھی نہیں''۔(۱)

جوتا چپل پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ جوتے یا چپل میں ناپاکی نہ لگی ہوئی ہو۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوتا چپل پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔(۲)

حیوانی بال:

اللہ جل شانہ نے جانوروں کی کھال، بال اور اون سب کے استعمال کی اجازت دی ہے اور بطور احسان جانوروں کے بالوں سے انسان کے نفع اٹھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

''**وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ**''.(۳)

اور اللہ نے بنائے تمہارے نفع کے لیے بھیڑوں کی اون اور اونٹوں کی ببریوں سے اور بکریوں کے بالوں سے تمہارے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے۔

اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ تمام جانور چاہے وہ مذبوح ہوں یا غیر مذبوح ان کے اون اور بال کا استعمال لباس اور گھریلو سامان وغیرہ کے طور پر جائز ہے، اس لیے فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ:

(۱) خنزیر کے علاوہ تمام جانور چاہے وہ پالتو ہوں یا وحشی، پھاڑ کھانے والے ہوں یا نہ ہوں، حلال جانور ہوں یا حرام، زمین پر دوڑنے والے ہوں یا رینگنے والے یا فضا میں اڑنے والے پرندے ہوں اگر ان کا بال کاٹ کر استعمال کیا جائے تو جائز ہے۔(۴)

(۲) کتے کے بال کا استعمال بھی جائز ہے چاہے وہ بال زندہ کتے کے بدن سے کاٹا گیا ہو یا مردہ کتے کے بدن سے۔(۵)

---

(۱) صحیح البخاری:۲/۱۷۱۸۔ (۲) صحیح البخاری:۲/۰۷۸۔ (۳) سورۃ النحل/۸۰۔ (۴-۵) ردالمحتار:۱/۲۰۶۔

(۳) خنزیر کا بال نجس ہوتا ہے یہ بال چاہے اس کے جسم پر ہو یا اس سے الگ ہو۔ اس لیے اس کے بالوں کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔(۱)

خنزیر کے بالوں سے بنے برش کا حکم:

اس زمانہ میں خنزیر کے بالوں کا بہ کثرت استعمال ہے۔ کچھ جگہوں پر نائی ہیر کٹنگ سیلون میں خنزیر ہی کے بال سے بنے ہوئے برش داڑھی بنانے میں استعمال کرتے ہیں یا انفرادی طور پر کچھ لوگ ایسے برش استعمال کرتے ہیں، اسی طرح مکان کی دیواروں اور لکڑی وغیرہ پر پینٹ کرنے کے لیے جو برش آتا ہے وہ بھی خالص خنزیر کے بال سے تیار کیا جاتا ہے۔ یا گائے، بھینس اور گھوڑے کی دم کے بال سے ملاوٹ کے ساتھ تیار کیا جاتا ہے۔ اور یہ برش مکان و مساجد وغیرہ میں پینٹ کرنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کھانے کے لیے جو بسکٹ اور ڈبل روٹیاں فیکٹریوں میں تیار ہوتی ہیں ان پر گھی، تیل یا چربی بھی خنزیر کے بالوں کے بنے برش سے لگاتے ہیں۔

ان کے جواز کے بارے میں فقہاء احناف کا قول یہ ہے کہ خنزیر کا بال اگر ضرورتاً استعمال ہوتا ہے جیسے کسی زمانے میں خنزیر کے بالوں سے جوتا گانٹھا جاتا تھا، تو جائز ہے اور اس جوتا کو پہن کر نماز پڑھنا بھی درست ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے خنزیر کے بالوں کے عمومی استعمال اور ان دلائل کی بنا پر کہ بالوں میں ناپاکی کا اثر نہیں ہوتا ہے خنزیر کے بال کو پاک قرار دیا ہے اور یہی قول امام مالک علیہ الرحمہ کا ہے۔ شامی میں ہے:

"وذكر في الدرر أنه عند محمد طاهر لضرورة استعماله اى للخزازين". (۲)

درر کتاب میں مذکور ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جوتا سلنے والوں کے لیے ضرورت استعمال کی وجہ سے پاک ہے۔

---

(۱) فتح القدیر: ۸۲/۱۔ (۲) ردالمحتار: ۲۰۶/۱۔ حاشیۃ الدسوقی: ۴۹/۱۔ کشاف القناع: ۵۶/۱۔



اس لیے خنزیر کے بال سے بنے ہوئے برش کا استعمال اگر کوئی کرتا ہے تو جائز ہے اس سے پینٹ کیا ہوا ناپاک نہ ہوگا بلکہ پاک رہے گا۔ اگر بالوں کو پانی میں ڈالا جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ پاک رہے گا۔

بحری جانوروں کے بال:

اللہ جل شانہ نے حیوانوں کے بال سے فائدہ اٹھانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ اون اور بال سے بنے ہوئے کپڑے پہننا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ اور اللہ تعالی نے جس طرح خشکی میں جانوروں کو پیدا فرمایا اسی طرح سمندر میں بھی پیدا فرمایا ہے۔ ان سمندری جانوروں کے جسم پر بھی بال ہوتے ہیں ان میں سے خنزیر کے علاوہ ہر قسم کے جانوروں کے بال سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے ان کے بالوں سے کپڑا ابننا اور ان کا استعمال درست ہے۔ اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا کپڑا پہننا ثابت ہے۔(۱)

انسانی بال:

انسانی بال گرچہ پاک ہے مگر اس کو کاٹنے یا جسم سے الگ ہونے کے بعد کسی طرح بھی استعمال کرنا یا اس کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ جسم سے الگ ہونے کے بعد اس کو دفن کر دینا چاہئے۔(۲)

انسانی بالوں کی ٹوپی بنانا یا ان سے ٹوپی کا کام لینا یا سر کے ساتھ منسلک کر کے سلائی کرنا یا کرتا و پائجامہ وغیرہ کے کپڑے بننا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی نے انسانی بالوں سے بنے ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھ لی تو نماز جائز ہوگی اس لیے کہ انسانی بال پاک ہیں گرچہ ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔



---

(۱) فتاوی ہندیہ: ۳۳۳/۵۔ (۲) البنایہ علی حاشیہ فتح القدیر علی الہدایہ: ۴۰۷/۶۔

عورتوں کے خاص لباس

عورتوں کا لباس مردوں سے الگ ہوتا ہے اس لیے عورتوں کو ایسا لباس پہننے کا حکم دیا گیا ہے جس سے ان کا پورا بدن ڈھکا رہے، اور ہر دور میں یہ بات ملحوظ رہی ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا اختلاط نہ ہو۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لیے بستی کے کنویں پر گئیں جہاں لوگوں کا ہجوم تھا اور وہ لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، جس کی وجہ سے وہ دونوں الگ کھڑی ہو گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کا اتفاقی طور پر وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے ان لڑکیوں کو علیحدہ کھڑے دیکھ کر سبب پوچھا تو لڑکیوں نے دو باتیں بتلائیں۔

(۱) ''لَانَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَاءُ'' کہ ہم اس وقت تک اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاتے، جب تک یہ لوگ فارغ ہو کر چلے نہیں جائیں۔

(۲) ''وَ اَبُوۡنَا شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ'' کہ ہمارے والد بوڑھے وضعیف ہیں جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جانوروں کو پانی پلانا عرف وعادت کے اعتبار سے عورتوں کا کام نہیں ہے۔ مگر والد کی کمزوری کی وجہ سے یہ کام ہمیں کرنا پڑ رہا ہے۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھی شریعت میں عورتوں کا مردوں کے دوش بدوش اور شانہ بشانہ چلنا اور بے محابا اختلاط پسند نہیں تھا اور ایسے کام جن میں مردوں کے ساتھ اختلاط ہو وہ عورتوں کے سپرد ہی نہیں کئے جاتے تھے اور عورتیں بھی اس سے احتراز کرتی تھیں۔ اسلام میں بھی پردہ کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔ مگر یہ پردہ ان کے کاموں میں حارج نہیں ہوتا ہے، بلکہ صرف ان کی جسمانی اور تہذیبی حفاظت کے لیے ہے۔

---

(۱) القصص/۲۳۔

پردہ کے احکام:

قرآن وحدیث میں وارد پردہ سے متعلق شریعت کے تمام احکام کو تین درجوں (قسموں) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا درجہ:

پردہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ گھروں میں عورتیں اس طرح رہیں کہ باہر سے عورتوں کا وجود اوران کی نقل وحرکت غیر مردوں کی نظر سے چھپی ہوئی ہو، بایں طور کہ گھروں، خیموں اور معلق پردوں کے ذریعہ وہ لوگوں کی نظروں سے مستور ہوں، قرآن وحدیث کی رو سے اصل مقصود یہی درجہ ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

''وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ''. (۱)

اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے باہر سے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

'' وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى''. (۲)

اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو، جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے، جہالت کے وقت میں۔

مذکورہ آیات پردہ شرعی کے پہلے درجہ کی واضح دلیلیں ہیں اور ان آیتوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح عمل کیا اس سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت ولیمہ دی، لوگ آئے، کھانا کھانے کے

---

(۱) سورۃ الاحزاب/۵۳۔ (۲) سورۃ الاحزاب/۳۳۔

بعد بات چیت میں لگ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھنے کی تیاری کر رہے تھے، لیکن لوگ اٹھ نہیں رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا، تو کھڑے ہوگئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، تو کچھ لوگ کھڑے ہوگئے، اور تین آدمی بیٹھے رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنا چاہا تو دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، پھر وہ لوگ نکل گئے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اطلاع دی کہ لوگ چلے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر چلے گئے، میں بھی اندر جانے کے لیے گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت اس واقعہ پر نازل ہوئی''۔(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''يدخل عليك البر والفاجر''. (۲)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود بھی یہ تھا کہ امہات المؤمنین مردوں کی نظروں سے الگ اندر رہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، چہرہ پر سخت غم وغصہ کے آثار تھے، اور میں دروازے کی شق سے یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھی''۔(۳)

اس سے ثابت ہوا کہ ام المؤمنین اس حادثہ کے وقت بھی برقع کے ساتھ مجمع میں شامل نہیں ہوئیں بلکہ دروازہ کی شق سے اس جلسہ کا مشاہدہ کیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کے برتن میں کلی کر کے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا کہ اس کو پی لیں اور اپنے چہرے پر مل لیں۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ پردہ کے پیچھے سے یہ واقعہ دیکھ رہی تھیں، انہوں نے

(۱۔۲) صحیح البخاری: ۷۰۶/۲۔ (۳) صحیح البخاری: ۶۱۱/۲۔

اندر سے آواز دے کر ان دونوں سے کہا کہ اس تبرک میں سے کچھ اپنی ماں کے لیے بھی چھوڑ دینا۔(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إذاخرجت المرأة استشرفها الشيطان".(۲)

عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے۔یعنی اس کو لوگوں میں برائی پھیلانے کا ذریعہ بناتا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"ليس للنساء نصيب في الخروج إلا مضطرة".(۳)

عورتوں کا باہر نکلنے کے لیے کوئی جواز نہیں مگر یہ کہ باہر نکلنے کے لیے کوئی اضطراری صورت پیش آجائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال فرمایا: " **أي شيئى خير للمرأة** "(عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے)صحابہ کرام خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا، پھر جب میں گھر گیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہی سوال کیا، تو انہوں نے کہا: "**لا يرين الرجال ولا يرونهن**" (عورتیں نہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں) میں نے ان کا یہ جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نقل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**صدقت إنها بضعة مني**" (انہوں نے درست کہا، بیشک وہ میرا ایک جزو ہے"۔(۴)

پردہ کا دوسرا درجہ:

پردۂ شرعی کا دوسرا درجہ کسی برقع یا لمبی چادر سے حجاب کرنا ہے۔ضرورت کے مواقع

(۱) صحیح البخاری:۲/۶۲۰۔(۲۔۳۔۴) معارف القرآن:۷/۲۱۶۔

میں جب عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو اس وقت کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلنے کا حکم ہے جس میں بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

”یٰاَیُّهَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْ وَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلاَبِیْبِهِنَّ“. (١)

اے نبی آپ اپنی ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ اپنی جلباب استعمال کریں۔

جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے۔ (٢)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ چادر مراد ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے استعمال کی صورت یہ نقل کی ہے:

” أمر اللّٰه نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويبدين عيناواحدة“. (٣)

اللہ نے مؤمنوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلیں تو سر سے پاؤں تک لمبی چادر میں لپٹی ہوئی ہوں اور چہرہ وناک بھی اس سے مستور ہو صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی ہو۔

مذکورہ صورت باتفاق فقہاء ضرورت کے وقت جائز ہے اور عورت اس کو پہن کر گھر سے باہر نکل سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ خوشبو نہ لگائے ہوئے ہو، بجنے والے زیور نہ پہنا ہو، راستہ کے کنارے پر چلے، مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو۔

پردہ کا تیسرا درجہ:

پردۂ شرعی کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ سر سے پیر تک سارا بدن مستور ہو، مگر چہرہ

(١) سورة الاحزاب/٥٩۔ (٢) المفصل فی احکام المرأة: ٣/٣٢٢۔ (٣) معارف القرآن: ٧/٢٣٣۔

اور ہتھیلیاں کھلی ہوئی ہوں۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلقاً اجازت نہیں دی خواہ فتنہ کا اندیشہ ہو یا نہ ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھولنے کی اجازت دی ہے لیکن خوف فتنہ کا نہ ہونا شرط قرار دیا ہے۔ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر ان حصوں کا بھی کھولنا درست نہیں ہے اور احناف کی کتابوں میں روایات موجود ہیں کہ خوف فتنہ کی صورت میں ان اجزاء بدن کا کھولنا درست نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فتح القدیر میں لکھتے ہے:

"إعلم أنه لا ملازمة بين كونه ليس عورة وجواز النظر إليه فحل النظر منوط لعدم خشية الشهوة مع ا نتفاء العورة ولذاحرم النظر إلى وجهها ووجه الأمرد إذا شک فی الشهوة ولاعورة".(١)

فتح القدیر کی عبارت سے خطرۂ شہوت کی یہ تفسیر بھی معلوم ہوگئی کہ اگر چہ بالفعل کوئی شہوانی نیت نہ ہو مگر ایسا خیال پیدا ہو جانے کا شک ہو جب ایسا شک ہو تو نہ صرف اجنبی عورتوں کے چہرہ کو بلکہ بے ریش لڑکوں کے چہرے کو دیکھنا بھی حرام ہے اور خیال شہوت پیدا ہونے کی تشریح جامع الرموز میں یہ کی ہے کہ نفس میں اس کے قریب ہونے کا میلان پیدا ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ نفس میں اتنا میلان بھی پیدا نہ ہو، یہ چیز سلف کے زمانہ میں بھی شاذ تھی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت حسین وجمیل عورت اپنے بوڑھے باپ کی جانب سے حج بدل کرنے سے متعلق سوال دریافت کرنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ چنانچہ فضل رضی اللہ عنہ اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل رضی

---

(١) فتح القدیر: ١/١٨١۔

اللہ عنہ کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے دوسری طرف پھیر دیا۔(۱)

امام شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کے بعد لکھا ہے:

"وهذا كله إذا لم يكن النظر عن شهوة فإن كان يعلم أنه إن نظر إشتهى لم يبح له النظر إلى شيئى منها". (۲)

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" فإن خاف الشهوة أو شك امتنع النظر إلى وجهها فحل النظر مقيدة بعدم الشهوة، وإلا فحرام وهذا في زمانهم وأما في زماننا فمنع من الشابة إلا النظر لحاجة كقاض وشاهد يحكم ويشهد ." وأيضا قال في شروط" وتمنع الشابة من كشف الوجه بين رجال لالأنه عورة بل لخوف الفتنة".(۳)

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ و مالکؒ واحمدؒ نے نوجوان عورت کی طرف نظر کرنے کو عادت عامہ کی بنا پر سبب فتنہ قرار دیکر اس سے مطلقاً منع کر دیا، چاہے واقع میں فتنہ ہو یا نہ ہو۔ اس کے بہت سے نظائر شریعت میں موجود ہیں مثلاً: سفر چوں کہ عادۃً مشقت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے خود سفر کو مشقت کا حکم دے کر مطلقاً رخصت کا حکم دے دیا جاتا ہے خواہ سفر میں مشقت متحقق ہو یا نہ ہو، اسی طرح نیند کی حالت میں چوں کہ انسان بے خبر ہوتا ہے اور عادۃً ریاح خارج ہو جاتی ہے، اس لیے خود نیند ہی کو خروج ریح کے قائم مقام قرار دے کر نیند سے وضو ٹوٹ جانے کا حکم دے دیا، خواہ واقع میں ریح خارج ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کے کھولنے کو یہ درجہ نہیں دیا کہ چہرہ کھولنے کو ہی فتنہ کا قائم قائم مقام قرار دیں بلکہ حکم اس پر دائر رکھا کہ جہاں فتنہ ہو، یعنی عورت کی طرف قریب ہونے کے میلان کا خطرہ یا احتمال

(۱) صحیح البخاری: ۱/۲۵۰۔ (۲) المبسوط: ۱۵۲/۱۰۔ (۳) رد المحتار: ۳۷۰/۶۔

ہو وہاں ممنوع ہے اور جہاں یہ احتمال نہ ہو جائز ہے۔

مگر اوپر کی تفصیل سے معلوم ہو گیا ہے کہ اس زمانے میں ایسا احتمال نہ ہو بالکل شاذ و نادر ہے، اس لیے متأخرین فقہاء حنفیہ نے بھی بالآخر وہی حکم دے دیا جو ائمہ ثلاثہ نے دیا تھا کہ جوان عورت کے چہرے یا ہتھیلیوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔(۱)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اب باتفاق ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ) یہ تیسرا درجہ پردہ کا ممنوع ہو گیا کہ عورت برقع چادر وغیرہ میں پورے بدن کو چھپا کر اور صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھول کر مردوں کے سامنے آئے۔

اس لیے اب پردہ کا صرف دو ہی درجہ باقی رہ گیا، ایک اصل مقصود یعنی عورتوں کا گھر کے اندر رہنا، بلا ضرورت باہر نہ نکلنا اور دوسرا درجہ برقع چادر وغیرہ کے ساتھ بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت نکلنا۔(۲)

مروجہ برقع:

عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا پڑے تو لمبی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں، مروجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے۔(۳)

گھروں میں برقع کا استعمال:

برقع کے ذریعہ پردہ اختیار کر کے فتنہ سے بچنا آسان ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے عورتوں کو ضرورت کے وقت برقع یا لمبی چادر پہن کر گھر سے باہر نکلنے کو کہا ہے۔ اگر فتنہ کا اندیشہ گھر کے اندر ہو تو اس صورت میں بھی برقع وغیرہ پہننا ضروری

---

(۱) ردالمحتار: ۶/۳۷۰۔ (۲) از افادات معارف القرآن۔ (۳) معارف القرآن: ۷/۲۳۵۔

ہے مثلاً دیور یا چچازاد بھائی وغیرہ گھر میں رہتے ہوں ۔(۱)

منقش برقع پہننا:

مزین ونقش ونگار والے کپڑے پہن کر گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے ۔امام جصاص رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جب زیور کی آواز تک کو قرآن نے اظہار زینت میں داخل قرار دے کر ممنوع قرار دیا ہے، تو مزین رنگوں والے برقع پہن کر نکلنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عورت کا چہرہ اگرچہ ستر میں داخل نہیں مگر وہ زینت کا سب سے بڑا مرکز ہے اس لیے اس کا بھی غیر مردوں سے چھپانا واجب ہے مگر یہ کہ ضرورت ہو تو جائز ہے''۔(۲)

خوشبو لگا کر باہر نکلنا:

آج کل یہ ایک فیشن چل چکا ہے کہ عورتیں خوبصورت ومنقش برقع یا کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر گھروں سے باہر نکلتی ہیں، اس طرح خوشبو لگا کر نکلنا جائز نہیں۔ خواہ وہ اپنے جسم کو اچھی طرح ڈھک رکھی ہوں، کیوں کہ یہ بھی مخفی زینت کا اظہار ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ہر نگاہ زناکار ہے اور عورت جب خوشبو لگا کر مجلس سے گذرتی ہے، تو وہ ایسی ویسی ہے، یعنی زانیہ ہے''۔(۳)

عورتوں کی خوشبو کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''عورتوں کی خوشبو جس کا رنگ ظاہر ہو، اور اس کی خوشبو مخفی ہو''۔(۴)

---

(۱) المفصل فی احکام المرآۃ:۳/۳۲۴۔ (۲) احکام القرآن للجصاص:۳/۴۱۲۔ (۳) ترمذی:۲/۱۰۲۔ (۴) ترمذی:۲/۱۰۲۔

عورتوں کے دیگر لباس:

۱- پائجامہ:

پائجامہ اس معروف لباس کو کہتے ہیں جو ناف سے لیکر پاؤں تک قابل ستر حصوں کو مکمل طور پر ڈھک دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ متسر ولات عورتوں پر رحم کرے''۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''متسر ولات'' کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ستر کی غرض سے پائجامہ پہنتی ہیں۔ اس لحاظ سے پائجامہ پہننا عورتوں کے لیے سنت ہے۔(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارش کے دن جنت البقیع میں بیٹھا ہوا تھا، اسی درمیان ایک عورت گدھے پر سوار وہاں سے گزری، گدھے کا اگلا پیر گڑھے میں چلا گیا جس سے عورت نیچے گر گئی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چہرہ پھیر لیا، صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، وہ عورت تو پائجامہ میں ملبوس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ میری امت میں سے پائجامہ پہننے والیوں پر رحم کرے۔ اے لوگو! پائجامہ سلواؤ، کیوں کہ یہ تمہارے کپڑوں میں سب سے زیادہ ستر کو چھپانے والا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی عورتوں کو محفوظ کرو، جب کہ وہ گھر سے باہر نکلیں''۔(۲)

مذکورہ احادیث سے واضح ہوگیا ہے کہ عورتوں کے لیے پائجامہ پہننا شرعاً جائز و مستحب ہے، دوسری بات یہ کہ کپڑا پہننے کا مقصد مشروع طریقہ سے قابل ستر حصے

---

(۱) الجامع الصغیر للسیوطی: ۵۹۵/۱۔ (۲) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۴۲/۴۔

کو چھپانا ہے اور پائجامہ پہننے میں یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر پاجامہ ڈھیلا ڈھالا ہونا چاہئے، ایسا چست وتنگ نہ ہو، جو جسم کی ساخت کو ظاہر کرے۔

۲- دوپٹہ:

دوپٹہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جسے عورتیں سر پر استعمال کرتی ہیں اور اس سے گلا اور سینہ بھی چھپ جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

''وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ''. (۱)

اور یہ کہ وہ اپنے سینوں پر اپنے دوپٹوں کو ڈال لیں۔

اس آیت کی روشنی میں عورتوں کے لیے دوپٹہ استعمال کرنا ضروری ہے، کیوں کہ عورتوں کے سر کے بال بھی ستر میں داخل ہیں۔ اسی طرح گلے کا وہ حصہ جہاں سے قمیص کٹی ہوئی رہتی ہے، ستر میں شامل ہے۔

۳- کرتا، سوٹ:

عورت کا سارا جسم ستر ہے، اس کو چھپانا ہر حال میں ضروری ہے، البتہ شریعت نے اس کے لیے کوئی حد متعین نہیں کی ہے کہ وہ کیا پہنے، بلکہ شریعت کا مقصد قابل ستر اعضاء کو چھپانا ہے، خواہ وہ کسی بھی طرح کے کپڑے سے حاصل ہو جائے۔

موجودہ زمانے میں کرتی، سوٹ یا اس طرح کے کپڑے اگر قابل ستر اعضاء کو اچھی طرح چھپا دیتے ہوں، تو ان کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر اس میں بھی مردوں کی قمیص و کرتا الگ ہوتا ہے اور عورتوں کا الگ، دونوں کو ایک ہی طرح کے لباس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہئے۔

---

(۱) سورۃ النور: ۳۱/۔

پردہ کے دیگر احکام:

عورتوں اور مردوں کو کن لوگوں سے پردہ کرنا چاہئے اور کن لوگوں سے نہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-شوہر سے بیوی کا کسی عضو کا پردہ نہیں ہے، گر چہ اعضاء مخصوصہ کو بلاضرورت دیکھنا خلاف اولٰی ہے۔

۲-اسی طرح لڑکی اپنے باپ کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہے اس کے علاوہ دیگر اعضاء کو چھپانا ضروری ہے اس حکم میں دادا اور پردادا بھی داخل ہیں۔

۳-شوہر کے باپ یعنی سسر کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا ضروری نہیں ہے یہی حکم دادا، پردادا سسر کا ہے۔

۴-اپنے بالغ لڑکے کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کا پردہ نہیں ہے۔

۵-شوہر کے لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں، ان کے سامنے بھی چہرہ و ہتھیلی کھولنا جائز ہے۔

۶-اپنے بھائی (اس میں حقیقی بھائی بھی داخل ہے اور باپ شریک یعنی علاتی، ماں شریک یعنی اخیافی بھی، ان) کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کا پردہ نہیں ہے۔لیکن ماموں، خالہ یا چچا اور پھوپھی کے لڑکے جن کو عرف عام میں بھائی کہا جاتا ہے، وہ اس میں داخل نہیں، وہ غیر محرم ہیں۔

۷-بھائیوں کے لڑکے، یہاں بھی صرف حقیقی یا علاتی یا اخیافی بھائی کے لڑکے مراد ہیں دوسرے عرفی بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں۔حقیقی، علاتی، اخیافی بھائیوں کے سامنے بھی ہتھیلی، چہرہ وغیرہ کھولنا جائز ہے، جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے جاسکتے ہیں۔

۸- بہنوں کے لڑکوں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کا پردہ ضروری نہیں ہے۔ اس سے بھی حقیقی اور علاتی و اخیافی بہنیں مراد ہیں۔ ماموں زاد، چچازاد بہنیں داخل نہیں، یہ آٹھ قسمیں تو محارم کی ہیں۔

۹- مسلمان عورتوں کے لیے غیر مسلم عورتوں کے سامنے ان تمام اعضاء کا کھولنا جائز ہے، جن کو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولنا جائز ہے۔

قرآن میں'' نسائھن'' کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر و مشرک عورتوں سے بھی پردہ واجب ہے وہ غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی کافر عورت کے سامنے اپنے اعضاء کھولے''۔

لیکن احادیث صحیحہ میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہرات کے پاس جانا ثابت ہے، اس لیے اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔

امام رازیؒ نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ لفظ ''نسائھن'' میں سبھی مسلم و کافر عورتیں داخل ہیں اور سلف صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں وہ استحباب پر مبنی ہیں۔

مفتی بغداد علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے کیوں کہ اس زمانہ میں تمام مسلمان عورتوں کا غیر مسلم عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن سا ہو گیا ہے''۔(۱)

---

(۱) معارف القرآن: ۶/۴۰۴۔

۱۰-عورت باندیوں کے سامنے بھی چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہے۔

۱۱-اسی حکم میں داخل ہیں ایسے مغفل اور بدحواس قسم کے لوگ جن کو عورتوں سے کوئی رغبت ودلچسپی نہ ہو، اور نہ ان کے اوصاف حسن اور حالات سے تعلق رکھتے ہوں، البتہ مخنث سے پردہ ضروری ہے کیوں کہ یہ عورتوں کے اوصاف خاص سے تعلق رکھتے ہیں۔اسی طرح نامرد، مجبوب یا بہت بوڑھا غیر محرم سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

۱۲-اسی طرح ایسے نابالغ بچے جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات وصفات اور حرکات وسکنات سے بالکل بے خبر ہوں، ان سے پردہ ضروری نہیں ہے اور جو لڑکا ان امور سے دلچسپی لیتا ہو وہ مراہق یعنی قریب البلوغ ہے، اس سے پردہ واجب ہے۔

امام جصاص رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''طفل سے مراد وہ بچے ہیں جو مخصوص معاملات کے لحاظ سے عورتوں اور مردوں میں کوئی امتیاز نہ کرتے ہوں''۔(۱)

کن اعضاء کا دیکھنا جائز ہے:

۱-شوہر بیوی کے سر سے پیر تک سارے اعضاء کو دیکھ سکتا ہے۔اسی طرح بیوی شوہر کے سارے اعضاء کو دیکھ سکتی ہے۔البتہ مخصوص عضو کو دیکھنا خلاف اولیٰ ہے۔(۲)

۲-وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے، ان کے سر، بال، کان، سینہ، کلائی، پنڈلی اور پیر پر نگاہ پڑ جائے تو گناہ نہیں۔چنانچہ باپ، دادا، پردادا وغیرہ محرم نے عورت کے سر یا سر کے بال کو دیکھ لیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۳)

۳-اجنبی عورتوں کے بدن میں سے صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے البتہ

---

(۱)معارف القرآن:۶/۴۰۵۔(۲)بدائع الصنائع:۶/۲۹۴۹۔(۳) ردالمحتار:۶/۳۷۰۔

یہ حکم اس وقت ہے، جب کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر شہوت کا اندیشہ ہو، تو جائز نہیں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں مرکز فتنہ چہرہ ہی ہے، اس لیے نوجوان عورت کو چہرہ چھپانا ضروری ہے۔(۱)

۷- جس طرح مرد، مرد کو دیکھ سکتا ہے، اسی طرح عورت، عورت کو دیکھ سکتی ہے۔

۸- ہر وہ عضو جس کا جسم سے الگ ہونے سے پہلے دیکھنا جائز نہیں ہے اس کا جسم سے الگ ہونے کے بعد بھی دیکھنا جائز نہیں ہے اگر چہ وہ عضو مرنے کے بعد جسم سے الگ ہوا ہو۔(۲)

محرم کا عورتوں کو چھونا:

جو قریبی رشتہ دار ہیں اور ان کے درمیان نکاح حرام ہے، گھر میں رہنے کی وجہ سے یا ضرورت کی وجہ سے کام کاج یا مسافرت میں ایک دوسرے کی مدد کے دوران ایک دوسرے کے بدن سے مس (چھونا) ہوتا ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ضرورۃً اور شفقتاً ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی ماں یا بیٹی کی پیشانی یا چہرے کا بوسہ لینے کا ثبوت متعدد احادیث میں آیا ہے اور یہ محبت وشفقت کی بنیاد پر ہے۔ اور عادۃً اس میں کسی طرح کی نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہوتا ہے۔(۳)

البتہ ان کے پیٹ، پیٹھ یا ناف و گھٹنہ کے درمیان جس طرح دیکھنا جائز نہیں ہے ان کا مس بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں حاجت وضرورت کا کوئی دخل نہیں ہے البتہ یہ حصہ کھلا ہوا نہ ہو بلکہ کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو تو ایسی عورتوں کو سواری پر سوار کرنے

---

(۱) ردالمحتار: ۶/ ۳۷۰۔ (۲) ردالمحتار: ۶/ ۳۷۱۔ (۳) بدائع الصنائع: ۶/ ۲۹۵۳۔

اور اتارنے میں بدن کے اس حصہ پر ہاتھ چلا جائے، تو گناہ نہیں ہوگا۔(۱)

اور یہی حکم عورتوں کے لیے بھی ہے کہ وہ اپنے محرم کے ناف اور گھٹنہ کے درمیان کے حصۂ بدن کو ضرورۃً کپڑے کے ساتھ چھو سکتی ہیں۔محرم چاہے خونی رشتہ کی بنیاد پر ہو یا رضاعت کی بنیاد پر، دونوں کا حکم یکساں ہے(۲)

چھوٹی بچی:

چھوٹی بچی جب تک بالغ نہ ہو اس کے لیے پردہ نہیں ہے۔اسی طرح اس کے بدن کو چھونا بھی حرام نہیں ہے، اس لیے اس کو دیکھنا یا اس کو گود میں لینا رشتہ دار وغیر رشتہ دار سب کے لیے جائز ہے۔ جو بچیاں مراہقہ یعنی قریب البلوغ ہو جائیں تو وہ پردہ کریں گی۔(۳)

بوڑھی عورتیں:

اجنبی بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں، جن کے اندر شہوت وفتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ایک دوسرے کو دیکھ سکتی ہیں، اور اگر سلام ومصافحہ کریں، تو کر سکتی ہیں۔(۴)

عورتوں کے لیے شہرت والا لباس:

شہرت والے لباس کے بارے میں جو حکم مردوں کا ہے وہی حکم عورتوں کا بھی ہے بلکہ عورتوں کے لیے ہی زیادہ ضروری ہے کہ وہ ایسا لباس اختیار نہ کریں جس سے لوگوں کے درمیان مشہور ہوں۔ چاہے ان کا لباس پوری طرح ساتر ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے دوپٹہ، چادر اور نقاب وغیرہ میں اس کا لحاظ کریں کہ اس کی بناوٹ یا اس کی نقاشی ایسی نہ ہو جو لوگوں کی نگاہوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہو، ایسا کپڑا پہن کر گھروں سے باہر نکلنا مکروہ ہے۔

(۱۔۲) بدائع الصنائع: ۶/ ۲۹۵۴۔(۳) ردالمحتار: ۶/ ۳۶۴۔(۴) بدائع الصنائع: ۶/ ۲۹۵۹۔

امام آلوسیؒ اپنے دور کی عورتوں کے اس طرح کے لباس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ابتداءً جو ممنوعہ زینتیں ہیں، ان میں ہمارے زمانے کی عورتوں کے اکثر استعمال کردہ کپڑے داخل ہیں، جو عورتیں اپنے کپڑوں کے اوپر گھر سے نکلنے پر پردہ کے لیے ڈالتی ہیں اور وہ مختلف رنگوں والے ریشم کے بنے ہوئے ڈھکنے والے کپڑے ہیں، جن میں سونے چاندی کے نقوش بھی ہوتے ہیں جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کے شوہروں کا اپنی عورتوں کو اس طرح نکلنے پر قدرت دینا، غیرت کی کمی کی وجہ سے ہے اور یہ فعل عام ہو رہا ہے، اس سے پرہیز ضروری ہے۔(۱)

موجودہ دور میں عورتیں اکثر نقش و نگار والے کپڑے پہن کر مارکیٹ وغیرہ نکلتی ہیں، جس سے دکھاوا مقصود ہوتا ہے، ستر و پردہ نہیں، یہ مناسب نہیں ہے، بسا اوقات بعض دفعہ وہ ایسے کپڑے پہنتیں ہیں، جن سے قابل ستر اعضاء بھی ظاہر ہوتے ہیں، ایسا کپڑا پہننا درست نہیں ہے۔



---

(۱) روح المعانی: ۱۸/۱۴۶۔

تصویر والے کپڑے

آج کل کپڑوں پر مختلف طرح کی تصویریں بنی ہوئی رہتی ہیں، ان کے بارے میں شریعت کا واضح حکم یہ ہے:

(۱) اگر غیر ذی روح یعنی انسان وحیوانات یا پرندوں کے علاوہ دیگر اشیاء کی تصویریں ہوں، جیسے: درخت، زمین، شادابی، پہاڑ، سورج، چاند وغیرہ، تو ایسے کپڑوں کا استعمال جائز ہے۔ چاہے بستر کی چادر، تکیہ، فرش، مصلّٰی اور پردہ وغیرہ ہوں یا پہننے کے کپڑے ہوں، مرد وعورت دونوں کے لیے جائز ہے۔(۱)

(۲) مگر ایسے کپڑے جن میں انسان یا حیوانات یا پرندوں کی تصاویر ہوں اور باریک نہ ہوں، بلکہ نمایاں ہوں، ایسے مصور کپڑوں کا پہننا مرد وعورت دونوں کے لیے ناجائز ہے۔(۲)

(۳) اسی طرح مشرکانہ تصویر والے کپڑے، چاہے غیر ذی روح کی ہی تصویر کیوں نہ ہو، جیسے: صلیب، ایسے کپڑوں کا استعمال بھی ناجائز ہے۔(۳)

تصویر والے فرش:

(۱) ایسے فرش، بستر کی چادریں جن پر پاؤں پڑتا ہے۔ اگر ان کپڑوں میں جاندار وں کی تصویریں ہوں تو ان کے استعمال کی اجازت ہے۔

(۳) بلکہ اگر تکیہ پر بھی تصویریں ہوں تو ان کا استعمال جائز ہے۔

(۲) البتہ اگر جانداروں کی تصویریں پردے پر ہوں، یا ٹیبل پر ہوں تو جائز نہیں۔(۴)

---

(۱) ردالمحتار: ۱/۶۰۷۔ (۲) الموسوعہ الفقہیہ: ۶/۱۳۴۔ (۳) ردالمحتار: ۱/۴۳۵۔ (۴) عمدۃ القاری: ۱۲/۴۰، ردالمحتار: ۱/۴۳۵۔

تصویر کی ممانعت:

تصویر کی کراہت دوصورتوں میں ہے:

(۱) اس وقت جب کہ اس کی تعظیم کی شکل اختیار کی جائے۔

(۲) اس وقت جب کہ غیر مسلموں سے مشابہت پیدا ہو جائے۔ مثلا نماز کے وقت تصویر رکھنا یا ایسی تصویر رکھنا جو غیر مسلموں کا شعار ہے جیسے صلیب جو عیسائیوں کا شعار ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا، یا تصویر ہو''۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اس چیز کو نہیں چھوڑتے تھے، جس میں صلیب کی تصویر ہو، مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو توڑ دیتے تھے۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے ایک طاقچہ کو تصویر والے کپڑے سے ڈھک رکھا تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس پردہ کو ہٹاؤ، کیوں کہ اس کی تصویر مجھے نماز میں خلل ڈالتی ہے،،۔(۳)

آیات قرآنی سے منقش کپڑے:

قرآن کریم اللہ تعالی کی کتاب ہے اس کا ادب واحترام اور اس کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس لیے اگر کپڑے پر قرآنی آیت کے ذریعہ نقش ونگار کیا گیا ہو تو اسے دیوار وغیرہ پر لٹکا سکتے ہیں مگر اس کا فرش، چادر یا تکیہ کے لیے استعمال جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں آیت کا استہزاء اور اہانت ہے، جس کو اسلام کسی بھی حالت میں جائز قرار نہیں دیتا ہے۔ یہی حکم پہننے والے کپڑے، دسترخوان، ٹوپی، رومال، کوٹ، جیکٹ، پردہ، لحاف وغیرہ کا ہے۔

(۱۔۲) صحیح البخاری:۲/۸۸۰ (۳) صحیح البخاری:۲/۸۸۱

تقریبات کے کپڑے

عمدہ لباس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمدہ لباس پہننا ثابت ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عمدہ کپڑا ہدیہ دیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا، کپڑے کی عمدگی کے پیش نظر صحابہ کرام اسے چھونے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا رومال جنت میں اس سے بڑھ کر ہوگا۔(۱)

خوشی ومسرت کی تقریبات کے موقع سے عمدہ اور خوبصورت لباس پہننے کو فقہاء نے مستحب اور سفید کپڑے پہننے کو افضل قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''تم اپنے سفید کپڑے کو پہنو کہ وہ پاک وصاف ہوتا ہے''۔(۲)

ابوالفرج رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اسلاف ایسا کپڑا پہنتے تھے جو نہ زیادہ قیمتی ہوتا تھا اور نہ کم قیمت کا بلکہ متوسط ہوتا تھا اور اس میں جو بہتر ہوتا اسے جمعہ وعیدین یا بھائیوں سے ملاقات کے لیے اختیار کرتے تھے اور ایسا کرنا ان کے نزدیک بُرا نہیں تھا''۔(۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت آپ کا انتظار کر رہی تھی چناں چہ آپ ان لوگوں سے ملاقات کے لیے نکلے تو گھر میں ایک پانی کا طشت رکھا ہوا تھا۔ اس میں آپ اپنے چہرے کو دیکھ کر بال اور داڑھی کو درست کر رہے تھے تو میں نے

---

(۱) صحیح البخاری: ۱/۳۵۶۔ (۲) نسائی: ۲/۲۹۷۔ (۳) الموسوعۃ الفقہیہ: ۶/۱۳۹۔

پوچھا اے اللہ کے رسول آپ اس طرح کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں جب کوئی شخص اپنے بھائیوں سے ملاقات کے لیے نکلے تو اپنے آپ کو سنوار لے، اس لیے کہ اللہ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے''۔(۱)

شادی بیاہ دیگر تقریبات کی طرح ایک تقریب ہے بلکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں مشغول ہونا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے اس لیے اس موقع پر بھی اچھے اور صاف ستھرا لباس میں رہنا چاہئے۔

نیز شادی بیاہ جیسے تقریبات میں انسان فطری طور پر چاہتا ہے کہ وہ نئے اور صاف ستھرے لباس میں ملبوس رہے کیوں کہ ایسے موقع سے اچھا لباس پسندیدہ ہوتا ہے۔

اسی طرح نکاح سے پہلے لڑکی کو سنوارنا اور سنوار کر شوہر کے یہاں رخصت کرنا جس کو زفاف کہا جاتا ہے جائز ہے اور فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ کوئی مفسدۂ دینی نہ ہو۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو ایک انصاری صحابی کے یہاں رخصت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے عائشہ کیا تمہارے پاس لہو (کھیل) کے سامان بھی ہیں کیوں کہ انصار اس کو پسند کرتے ہیں''۔(۳)



(۱۔۲) ردالمختار:۹/۳۔ (۳) صحیح البخاری:۵/۷۷۲۔

بچے بچیوں کے کپڑے

اسلام نے انسانوں کو برہنگی اور آوارگی کی تہذیب سے نکال کر لباس و پوشاک کے ذریعہ انسانی فطرت کے مطابق تہذیب وتمدن کا درس دیا ہے اور لباس کی کوئی خاص وضع، نوعیت اور رنگ متعین نہ کر کے اس کو لوگوں کے ذوق ومزاج کے سپرد کیا۔ البتہ کچھ خاص حدیں متعین کردیں کہ آدمی ان کے اندر رہتے ہوئے جس طرح کا بھی چاہے لباس استعمال کرے۔ شریعت نے جن حدوں کو متعین کیا ہے ان کی تفصیل آ چکی ہے۔

بچے بچیوں کے سلسلہ میں بھی یہی حکم ہے کہ جو کپڑا اور جس رنگ کا کپڑا مردوں اور عورتوں کے لیے درست ہے ان کا استعمال بچے، بچیوں کے لیے بھی درست ہے اور جن کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لیے ناجائز یا مکروہ ہے وہ کپڑے یا اس رنگ کے کپڑے کا استعمال ان کے لیے بھی مکروہ ہے، اس کا گناہ پہنانے والے پر ہوگا۔

فقہاء کرام لکھتے ہیں:

''جس کا پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے وہ غلاموں اور بچوں کے لیے مکروہ ہے اس لیے کہ نص شرعی نے سونا اور ریشم بلوغ اور آزادی کی قید کے بغیر امت کے مردوں پر حرام قرار دیا ہے اور گناہ پہنانے والے پر ہوگا، کیوں کہ ہمیں ان کو اس سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے''۔

''ومایکره للرجال لبسه یکره للغلمان والصبیان لأن النص حرم الذهب والحریر علی ذکور أمته بلاقید البلوغ والحریة والإثم علی من ألبسهم لأنا أمرنا بحفظهم''. (۱)

---

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۳۳۱/۵۔

نماز کے کپڑے

نماز ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان کا ہر عضو اللہ جل شانہ کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے اس لیے جب وہ مسجد جائے تو صاف ستھرا اور اچھے لباس میں ملبوس ہو، نا قابل دید حصہ ڈھکا رہے۔

ستر عورت:

خاص طور پر مرد کے لیے ناف سے لیکر گھٹنہ تک اور عورت کے لیے پورا بدن چہرہ، ہتھیلی اور پاؤں کے علاوہ قابل ستر ہے، نماز میں اس کا چھپانا فرض ہے۔ نیز عورت کے بال کو بھی چھپانا ضروری ہے، اس کے کھلے رہنے کی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔(۱)

مرد وعورت کے کپڑے:

نماز میں مردوں کے لیے تین کپڑے کرتا، لنگی اور عمامہ مستحب ہیں، اگر ایک کپڑا میں نماز پڑھ لیا تو درست ہے، صرف لنگی میں نماز درست ہوجائے گی لیکن ایسا عمل خلاف ادب اور مکروہ ہے۔

عورتوں کے لیے بھی تین کپڑے کرتی (قمیص)، لنگی (پائجامہ) اور نقاب (چادر) جس سے بال سے لیکر پورا بدن چھپ جائے مستحب ہیں۔ ایک یا دو کپڑے جن سے پورا بدن سر کے بال کے ساتھ چھپ جائے اس میں نماز پڑھنا درست ہے۔(۲)

مرد کو صرف لنگی، پاجامہ یا پینٹ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جبکہ اس کے پاس پہننے کے دیگر کپڑے موجود ہوں اس طرح کہنی تک آستین چڑھا کر یا بنیان پہن کر نماز پڑھنا خلاف ادب ہے۔(۳)

---

(۱) ہدایہ: ۱/۵۸۔ (۲) فتاوی ہندیہ: ۱/۵۹۔ (۳) مراقی الفلاح: ۱۱۴۔ فتاوی سراجیہ: ۱۱۔

احرام کے کپڑے

اللہ جل شانہ کی خوشنودی اور رضا کے لیے انسان جن اعمال کو بجالاتا ہے ان میں افعال حج وعمرہ بھی ہیں، یہ ایسے اعمال ہیں جن میں عبدیت وعجز کا اظہار ہوتا ہے۔ احرام سے بندہ حج وعمرہ کے ارادے کی پختگی اور اللہ کے حضور اپنے اخلاص اور عبودیت کا اظہار کر کے عاجزی کی صورت اختیار کرتا ہے اور دل وزبان سے اللہ کی عظمت وکبریائی اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتا ہے اور ایسا لباس پہنتا ہے جس میں آرائش وزیبائش نہیں ہوتی ہے اور امیر وغریب سب یکساں لباس میں ہوتے ہیں اور کسی کو فخر کا موقع نہیں ملتا ہے۔ غرض کہ احرام اور اس کا لباس عبودیت اور عاجزی کا نمونہ ہوتا ہے۔ یہ لباس مرد اور عورت دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔

مرد کا احرام:

(۱) حج یا عمرہ کی نیت کے ساتھ احرام کے لباس میں مردوں کے لیے دو کپڑے چادر اور لنگی مسنون ہیں چادر اتنی لمبی ہو کہ داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر سہولت سے آجائے اور لنگی اتنی لمبی ہو کہ قابل ستر حصہ اچھی طرح ڈھک جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کا طریقہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’سر میں تیل لگانے اور کنگھا کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے مدینہ سے نکلے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام نے لنگی اور چادر زیب تن کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم ڈھکنے کے لیے چادر اور لنگی میں سے کسی لباس

کے استعمال سے منع نہیں فرمایا مگر یہ کہ وہ زعفران سے رنگا ہوا ہو''۔(۱)

(۲) سردی، گرمی کی شدت سے بچنا شرعاً مطلوب ہے، سردی سے بچنے کے لیے گرم چادر، کمبل، لحاف، رزائی وغیرہ احرام کی حالت میں اوڑھا جا سکتا ہے۔(۲)

(۳) احرام میں دو کپڑے مسنون ہیں اگر کسی کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہو تو اسے ستر عورت کے لیے لنگی کی طرح باندھے کیوں کہ ستر عورت ضروری ہے۔(۳)

عورت کا احرام:

(۱) عورت کا احرام مثل مرد کے احرام کے ہے فرق یہ ہے کہ عورت کو سر ڈھکنا واجب ہے اور اس کو سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہے۔

فقہاء لکھتے ہیں:

''سلے ہوئے کپڑے میں سے جس کو چاہے پہنے اس لیے کہ بغیر سلے ہوئے کپڑے میں قابل ستر حصہ کے کھلنے کا اندیشہ ہے''۔(۴)

اور محرم عورت کو چہرہ پر کپڑا رکھنا منع ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم عورتیں اپنے چہرے پر نقاب نہ ڈالیں۔(۵)

(۲) اجنبی مرد کے سامنے سر کا ڈھکا رکھنا واجب ہے سر کھلا رکھنا گناہ ہے اس لیے احرام کی حالت میں عورت کو چاہئے کہ وہ سر پر چھوٹا سا رومال باندھ لے تا کہ سر نہ کھلے اور سر پر رومال باندھنے کا حکم ستر کے لیے ہے۔(۶)

(۳) اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کا کھلا رہنا جائز نہیں ہے اور حالت احرام میں چہرہ کو کپڑا سے بچانا بھی ضروری ہے۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے:

---

(۱) صحیح البخاری:۱/۲۰۹۔(۲) ہدایہ:۱/۲۱۶۔(۳) ہدایہ:۱/۲۱۶۔(۴) ہدایہ:۱/۲۳۵۔(۵) ابوداؤد:۱/۲۵۴(۶) ہدایہ:۱/۲۳۵

’’والمرأة: إحرامها في وجهها باتفاق الفقهاء‘‘.(۱)

فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔اس لیے عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ سر پر کوئی ایسی چیز باندھ لے اور اس پر کپڑا ڈال لے کہ بے پردگی بھی نہ ہو اور کپڑا چہرہ سے لگنے بھی نہ پائے، چہرہ کا اطلاق اسی حصہ پر ہوگا جس حصہ کو وضو میں دھونے کا حکم ہے یعنی پیشانی کے بال سے تھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’ہم لوگوں کے ساتھ سوار مرد بھی چل رہے تھے اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں تھے جب سوار صحابہ ہم لوگوں کے برابر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی چادریں سر سے چہرے پر گرا لیتی اور جب وہ لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہرے کھول لیتے‘‘۔(۲)

بچے کا احرام:

بچے اور بچیوں کے لیے احرام کے کپڑے مردوں اور عورتوں کے کپڑے کی طرح ہیں، بچہ پر حج فرض نہیں ہے اس لیے اس کی طرف سے جو حج ادا ہوگا وہ نفل ہوگا۔ بچے افعال حج خود ادا کریں یا کوئی ان کی طرف سے کرے، بچہ کے لیے مسنون ہے کہ اس کو دو کپڑے چادر اور لنگی میں ملبوس رکھا جائے۔(۳)

مخنث کا احرام:

پیدائش کے بعد اگر کسی بچہ کے اندر مرد اور عورت دونوں طرح کی علامات موجود ہوں (یعنی آلۂ تناسل بھی موجود ہو اور شرم گاہ بھی تو وہ مخنث ہے) اگر وہ مرد کی طرح پیشاب

---

(۱) الفقہ الإسلامی وأدلتہ: ۱۳۰/۳۔ (۲) ابوداؤد: ۱۲۵/۱۔ (۳) معلم الحجاج: ۱۰۸۔

کرتا ہوتو وہ لڑکا ہے اور اگر عورت کی طرح پیشاب کرتا ہے تو لڑکی ہے یا بلوغ کے بعد مرد کی علامت داڑھی کا نکل آنا، عورت سے دلچسپی یا احتلام کا ہونا مرد ہونے کی علامت ہے، پستان کا نکل آنا، حیض کا آنا وغیرہ عورت ہونے کی علامت ہے۔ مرد کی علامت کے پائے جانے کی صورت میں مرد کے لیے احرام کا جو کپڑا ہے اس کو پہنے گا اور عورت کی علامت کے پائے جانے کی صورت میں عورت کی طرح احرام باندھے گا۔(۱)

یہی حکم احرام کے علاوہ عمومی حالات میں دیگر کپڑوں کا بھی ہوگا۔

خنثیٰ مشکل کا احرام:

خنثیٰ مشکل وہ ہے جس کا مرد یا عورت ہونا معلوم نہ ہووہ احرام کے احکام میں عورت کے مثل ہے جس طرح عورت دو کپڑے اور سر پر رومال ڈال کر سر ڈھک کر رکھے گی اسی طرح خنثیٰ مشکل بھی احرام باندھیں گے۔(۲)

احرام کے کپڑے کا رنگ:

احرام کا کپڑا سفید ہونا افضل ہے، دیگر رنگوں کے کپڑوں سے بھی احرام باندھا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

’’سفید کپڑے کو استعمال کرو، اپنے زندوں کو سفید کپڑا پہناؤ اور اپنے مردوں کو اس کا کفن دو کہ یہ تمہارے کپڑوں میں بہتر ہے‘‘۔(۳)

سفید رنگ کے علاوہ ہر اس رنگ کے کپڑے کو استعمال کیا جاسکتا ہے جس کا استعمال عمومی حالات میں درست ہے البتہ زعفران یا کسم سے رنگا ہوا کپڑا احرام کے لیے پہننا درست نہیں ہے۔ یہ حکم مرد وعورت دونوں کے لیے ہے۔

---

(۱) ہدایہ: ۲/۶۸۵ (۲) معلم الحجاج: ۱۱۱ (۳) نسائی: ۲/۲۹۷

سلے ہوئے کپڑے:

حالت احرام میں مرد کے لیے سلا ہوا کپڑا پہننا درست نہیں ہے، اس لیے محرم مرد کرتا، پائجامہ، اچکن، صدری، جیکٹ، بنیان، کوٹ، پینٹ، جبہ، قبا وغیرہ سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول: محرم کونسا کپڑا پہن سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''محرم قمیص، عمامہ، پائجامہ، ٹوپی اور خفین نہیں پہن سکتا مگر یہ کہ کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو موزہ پہن لے اور اس کے اس حصہ کو کاٹ دے جس سے پیر کے بیچ میں اٹھی ہوئی ہڈی کھل جائے''۔(۱)

لنگی کے دونوں پلوں کو آگے سے سلنا مکروہ ہے اگر کسی نے ستر عورت کی حفاظت کی وجہ سے سل لیا تو درست ہے البتہ یہ عمل ناپسندیدہ ہے۔ لنگی یا چادر پھٹی ہوئی ہو تو اس کو سل کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔(۲)

احرام کے کپڑے میں پن لگانا:

احرام کی چادر کو کندھے پر ٹکے رہنے کے لیے پن لگانا مناسب نہیں ہے کیوں کہ کپڑے کے سلنے سے ایک گونہ اس کی مماثلت ہے اور سلا ہوا کپڑا ممنوع ہے۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے:

اگر کوئی شخص چادر کو تہہ بند بنالے تو اس کے دونوں کھلے ہوئے کناروں کو رسی یا کسی

---

(۱) صحیح البخاری: ۲۰۹/۱۔ (۲) معلم الحجاج: ۱۱۰۔

اور چیز سے گرہ لگانا اور باندھنا نہیں چاہئے لیکن اگر ایسا کرلیا تو اس کی وجہ سے دم یا صدقہ واجب نہیں۔(۱)

کپڑے کی کیفیت:

احرام کے لیے نئے پرانے کپڑے کی کوئی تعیین نہیں ہے مقصد صرف یہ ہے کہ پاک وصاف کپڑے میں احرام کی نیت کی جائے اور یہ مقصد جس طرح نئے کپڑے سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح پرانے کپڑے سے ہوتا ہے۔ البتہ کپڑا پاک ہونا چاہئے کیوں کہ اللہ جل شانہ پاک ہیں پاکی کو پسند فرماتے ہیں۔

نیا کپڑا احرام میں پہننا افضل ہے اس لیے کہ اس میں صفائی ستھرائی کے ساتھ پاکی کا امکان زیادہ رہتا ہے۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں:

''والجديد أفضل لأنه أقرب إلى الطهارة''.(۲)

نیا کپڑا افضل ہے کیوں کہ وہ پاکی سے زیادہ قریب ہے۔



---

(۱) البحر الرائق: ۳؍۷۔ (۲) ہدایہ: ۱؍۲۱۶۔

ماتمی کپڑے

شوہر کی وفات کے بعد عورت کا اپنے غم کو ظاہر کرنے کے لیے زینت کی چیزیں جیسے زیور، ریشمی ورنگین لباس، تیل، خوشبو، سرمہ، مہندی وغیرہ چھوڑ دینے کو سوگ وماتم کہتے ہیں۔

سوگ کی حالت میں ہر وہ کپڑا جو عرف ورواج میں زینت شمار کیا جاتا ہے خواہ وہ رنگ کے اعتبار سے ہو یا کپڑے کے اقسام کی صورت میں ہو اس کا استعمال ایسی عورت کے لیے جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو، وفات کے چار ماہ دس دن تک شرعاً درست نہیں ہے۔(۱)

رنگین کپڑا:

سوگ کی حالت میں جن کپڑوں کو استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے اس کی اصل وجہ زینت کا حصول ہے اگر یہ حاصل ہو تو درست نہیں ہوگا ورنہ درست رہے گا۔

لہٰذا اگر لال، گلابی، چمپئی اور دیگر رنگوں کے کپڑے پہننے سے زینت کا ظہور ہوتا ہے تو اس کا پہننا درست نہیں ہے ورنہ درست ہے۔

زعفران اور کسم سے رنگا ہوا نیا کپڑا پہننا درست نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے سے منع فرمایا ہے۔(۲)

البتہ زعفران یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے یا ان رنگوں سے رنگین دھاگوں کے بنائے ہوئے کپڑے اگر پرانے ہو گئے ہوں یا ان کو دھو دیا گیا ہو جس کی وجہ سے اس کی خوشبو باقی نہ ہو تو اس کا پہننا درست ہے۔(۳)

---

(۱) ردالمحتار:۵۳۱/۳۔ (۲) صحیح البخاری:۸۰۴/۲۔ (۳) ردالمحتار:۵۳۱/۳۔

کالا کپڑا:

کسی کے مرنے پرغم میں سیاہ کپڑا پہننا جائز نہیں ہے البتہ شوہر کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ تین دن تک کالا کپڑا پہن سکتی ہے۔ کیوں کہ اس میں زینت حاصل نہیں ہوتی ہے(۱) مگر یہ مسنون نہیں ہے۔

سفید کپڑا:

عدت وفات میں سفید کپڑا اگر نیا ہو تو اس کا پہننا درست نہیں ہے اگر پرانا یا سفید کپڑے سے زینت حاصل نہیں ہوتی ہے تو اس کو پہننا درست ہے۔

نیا کپڑا:

عدت وفات میں نئے کپڑے سے عمومی طور پر زینت حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کا پہننا درست نہیں ہے البتہ پرانا کپڑا جس میں زینت نہ ہو درست ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی میں لکھتے ہیں:

”وذكر الحلواني أن المراد بالثياب المذكورة الجديد منها أما لو كان خلقا لا تقع فيه الزينة فلا بأس به“. (۲)

حلوانی سے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ کپڑے سے مراد نئے کپڑے ہیں اگر پرانا کپڑا جس میں زینت نہ ہو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس طرح جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا اگر چہ اس کو کبھی استعمال نہ کیا گیا ہو اس کو پہن سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۱) ردالمحتار: ۵۳۲/۳۔ (۲) ردالمحتار: ۵۳۲/۳۔

بستر وچادر:

سوگ وماتم ان کپڑوں میں ہے جو جسم سے متصل ہوں اوران کو ہر وقت استعمال کیا جاتا ہو۔ان کے علاوہ دیگر کپڑوں میں نہیں جیسے فرش، بستر کی چادریں اگر نئے ہوں یا وہ رنگین ہوں تو عورتیں ان کو استعمال کرسکتی ہیں۔علامہ ابن عابدینؒ ردالمحتار میں لکھتے ہے:

"تنبيه: مقتضى اقتصارهم على منعها مما مرأن الأحداد خاص بالبدن فلا تمنع من تجميل فراش وأثاث بيت وجلوس على حرير كما نص عليه الشافعية". (۱)

تنبیہ: گذشتہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ احداد بدن کے کپڑوں کے ساتھ خاص ہے چنانچہ خوبصورت بستر، گھر کے خوبصورت سامان اور ریشمی چادر پر بیٹھنے سے منع نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اس کی صراحت شافعی علماء کرام نے کی ہے۔

ضرورت وحاجت:

اگر کوئی عورت سوگ کی حالت میں ہے اوراس کے پاس زینت والے کپڑے کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے تو زینت والے نئے یا رنگین کپڑے پہن سکتی ہے کیوں کہ ستر عورت کے لیے ہر طرح کے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے۔شریعت کا عمومی قاعدہ ہے:

"الضرورات تبيح المحظورات". (۲)

ضرورت ناجائز کو جائز کردیتی ہے۔

اس قاعدہ کے تحت اگر عورت سوگ میں ہو تو اسے زینت والے کپڑا پہننے کی اجازت ہوگی۔

---

(۱) ردالمحتار: ۵۳۲/۳۔ (۲) الأشباہ والنظائر۔

کفن کے کپڑے

مردوں کو کفن دینے کے بارے میں شریعت میں جو احکام آئے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں جو ارشادات منقول ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ میت کو اعزاز و اکرام کے ساتھ اچھے کپڑوں میں رخصت کیا جائے اور کوئی شخص استطاعت کے باوجود اس خیال سے کہ اب تو میت کو قبر میں دفن ہونا ہے اور مٹی میں ملنا ہے پھٹے پرانے اور ردی کپڑے میں نہ کفنائے بلکہ اچھا اور مناسب کفن دے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنه".(۱)

جب تم میں سے کوئی اپنے کسی مرنے والے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کفن کے کپڑوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

تم لوگ سفید کپڑا پہنا کرو، وہ تمہارے لیے اچھے کپڑے ہیں اور ان ہی میں اپنے مرنے والوں کو کفنایا کرو۔(۲)

البتہ کفن کے لیے زیادہ قیمتی کپڑا استعمال نہ کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لاتغالوا فی الکفن فانه یسلبه سلباسریعا".(۳)

زیادہ بیش قیمت کفن نہ استعمال کرو کیوں کہ وہ جلدی ہی ختم ہو جاتا ہے۔

---

(۱) مسلم: ۱/۳۰۶۔ (۲) نسائی: ۲/۲۹۷۔ (۳) ابوداؤد: ۲/۴۴۹۔

(۱) کفن میں مردوں کے لیے تین اور عورتوں کے لیے پانچ کپڑے مسنون ہیں، میت کے گھر والوں کے لیے سہولت سے نئے کپڑوں کا انتظام ہو تو مسنون کپڑوں میں میت کو کفن دیں، ورنہ مجبوری کی حالت میں صرف ایک پرانے کپڑے میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے اور اس میں عار (شرمندگی) نہیں ہونی چاہیے۔

(۲) کم سے کم ایک کپڑے میں میت کے پورے بدن کو چھپانا فرض ہے، اگر میت کے وارثان کے پاس نیا یا پرانا استعمال شدہ یا غیر استعمال شدہ کوئی کپڑا ایسا نہ ہو جو میت کے پورے بدن کو چھپا سکے تو جس قدر کپڑا میسر ہو اسی میں کفن دیا جائے اور باقی جسم پر کوئی گھاس وغیرہ رکھ دی جائے۔

(۳) کفن کے کپڑے کی قیمت میت کے مال سے ادا کی جائے گی اگر وہ کپڑے چھوڑ کر نہ مرا ہو، اور اگر میت نے ترکہ میں کچھ مال نہ چھوڑا ہو تو اس کے وارثان پر حصہ میراث کے حساب سے واجب ہوگی اور اگر وارثان نہ ہوں تو بیت المال پر اس کا خرچ واجب ہوگا، اور اگر کہیں بیت المال نہ ہو تو وہاں کے قریبی مسلمانوں پر واجب ہوگا۔(۱)

اور اگر اس کے لیے چندہ کیا جائے اور کفن کے بعد چندہ کی رقم بچ جائے تو چندہ دہندہ کو واپس کر دیا جائے اگر ایسا ممکن ہو، ورنہ دوسرے مردے کو کفن دیا جائے یا پھر کسی فقیر کو صدقہ کر دیا جائے۔(۲)

(۴) بیوی اگر وفات پا جائے تو اس کے کفن کے اخراجات اس کے شوہر کے ذمہ ہوں گے۔

(۵) اولاد نابالغ کا کفن اس کے والد اور اس کی غیر موجودگی میں ان پر ہے جن کے ذمہ ان کا نفقہ واجب ہوتا ہے، جیسے ماں وغیرہ۔(۳)

(۶) بالغ اور نابالغ، محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

(۱-۲-۳) ردالمحتار: ۲/۲۰۶، الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۲/۱۴۸-۱۴۹۔

(۷) جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو، یا حمل ساقط ہو جائے اس کے لیے صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے، مسنون کفن کی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

(۸) کسی انسان کا عضو (حصہ) یا آدھا جسم بغیر سر کے پایا جائے تو اس کو بھی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے، اور اگر آدھے جسم کے ساتھ سر بھی ہو یا آدھے سے زیادہ حصہ جسم کا ہو گو سر نہ اور یہ معلوم ہو کہ مسلمان کی نعش ہے تو اسے مسنون کفن دینا چاہیے۔(۲)

(۹) کسی میت کی قبر کھل جائے اور اس کی نعش ظاہر ہو جائے اور کفن نہ ہو تو اس کو بھی مسنون کفن دینا چاہیے بشرطے کہ وہ نعش پھٹی نہ ہو اور اگر پھٹ گئی تو صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔(۳)

(۱۰) کافر اگر مر جائے تو اس کا کفن مسنون طریقہ سے نہ دیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا اور دفن کر دیا جائے گا، بشرطے کہ اس کا کوئی ہم مذہب لینے کے لیے آمادہ نہ ہو۔(۴)

(۱۱) مرتد اگر مر جائے تو اس کو کفن نہ دیا جائے، نہ مسنون نہ غیر مسنون،(۵) البتہ دفن کر دیا جائے گا۔

کفن کے مسنون کپڑے اور تکفین کا طریقہ:

۱۔ مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں۔

(۱) ازار ''تہبند'' (۲) قمیص ''کفنی'' (۳) چادر

ازار (تہبند) سر سے پیر تک ہوتی ہے اور چادر بھی سر سے پیر تک ہوتی ہے مگر ازار سے بڑی ہوتی ہے، اور چوڑائی اتنی ہو کہ بدن ڈھک سکے اور قمیص ایک قسم کا کرتا ہے

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیہ: ۲/۱۴۸۔ (۲) ردالمحتار: ۲/۲۰۵-۲۰۶۔ (۳) تاتارخانیہ: ۲/۱۴۹ (۴-۵) ردالمحتار: ۲/۲۳۰۔

جو گردن سے پیر تک ہوتا ہے۔(۱)

قمیص کو تھوڑا چاک کر کے سر کو اس میں داخل کر کے پہنایا جاتا ہے۔ (زیادہ سے زیادہ بارہ گز کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے جس میں سے غسل کا تہبند اور دستانہ وغیرہ بھی ہو جاتا ہے۔)

۲۔ مرد میت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت پر بچھا دی جائے اور اس کے اوپر تہ بند بچھا دیا جائے اس کے بعد کفنی کا نصف حصہ بچھا کر مردے کو لٹا دیا جائے اور کفنی اس کو پہنا دی جائے اس کے بعد تہ بند کو لپیٹ دیا جائے، پہلے اس کے بائیں کنارے کو لپیٹا جائے پھر داہنے کنارے کو، اس کے بعد اسی طرح چادر لپیٹی جائے اور سر اور پیر کے پاس چادر باندھ دی جائے تا کہ ہوا وغیرہ سے نہ اڑے اور قبر میں اسے کھول دیا جائے۔

۳۔ اور عورتوں کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں:

(۱) تہ بند (۲) کفنی (۳) چادر (۴) سینہ بند (۵) دوپٹہ

تہ بند، کفنی اور چادر کی لمبائی چوڑائی وہی ہے جو اوپر مرد کے کفن میں لکھی گئی اور سینہ بند سینہ سے لے کر ران تک ہوتا ہے اور دوپٹہ تقریباً ایک گز کا ہوتا ہے۔ سینہ بند کی چوڑائی وہی ہوتی ہے جو چادر کی، البتہ دوپٹہ کم چوڑا ہوتا ہے، عورتوں کے کفن اور غسل وغیرہ کے لیے زائد سے زائد ۱۸/۱۹ گز کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر تخت پر بچھا دی جائے پھر سینہ بند اور اس کے بعد ازار بچھائی جائے اور پھر کفنی کا نصف حصہ بچھا کر پہلے کفنی پہنا دی جائے اور اس کے بعد تہ بند لپیٹا جائے پھر سینہ بند اور اس کے بعد چادر لپیٹ دی جائے اور سر و پیر کے پاس کو باندھ دیا جائے تا کہ ہوا وغیرہ سے نہ کھلے (پھر قبر میں اس کو

---

(۱) ردالمحتار ۲/۲۰۴۔ ہدایہ: ۱/۱۵۹۔

کھول دیا جائے) اوراس کے بالوں کو دوحصوں میں کر کے گردن کی طرف اس کے سینہ پر ڈال دیا جائے۔ پھر دوپٹہ اس کے سر ومنہ پر ڈال دی جائے۔

۵۔ مردوں کے لیے زندگی میں جن ریشمی کپڑوں کا استعمال جائز نہیں ہے ان کپڑوں کا کفن دینا بھی درست نہیں ہے۔ البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے۔

زائد کپڑے:

بعض لوگ کچھ زائد کپڑے بھی خریدتے ہیں مثلا جائے نماز، پٹکا جسے مردہ کو قبر میں اتارنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، چار پائی پر بچھانے کے لیے چادر یا مرد کے جنازہ پر ڈالنے کے لیے چادر اس سے کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر یہ ضروریات میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے اسے ضروری قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔



اختتامیہ

لباس انسانی زندگی کے لیے انتہائی اہم حیثیت رکھتا ہے یہ تین انسانی ضروریات میں سے ایک ہے اس کا مقصد جسم کے ان اعضاء کو چھپانا ہے جس کو ظاہر کرنا شرعی طور پر بھی اور سماجی اعتبار سے بھی غلط ہے اس لیے آج کے دور میں لباس کو ایسا ہونا چاہیے جس سے اعضاء جسم کی بناوٹ اور پردہ پڑے نہ یہ کہ لباس ک باریکی یا اس کی تنگی اس کو ظاہر کرے، ایسا لباس پہننے والا حقیقت میں عریانیت کو بڑھانے والا ہے اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

لباس کا دوسرا مقصد سردی گرمی کے موسم میں بدن کی حفاظت ہے۔ اس لیے ایسا لباس اختیار کرنا چاہیے جس میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں ایسا لباس اختیار نہیں کرنا چاہیے جس میں یہ اوصاف نہ پائیں جائیں۔ اسی لیے شریعت نے موسم اور ملکوں میں پائے جانے والے کپڑوں کے بارے میں وسعت رکھی ہے تا کہ لوگوں کو آسانی ہو اور انہیں کوئی دشواری نہ ہو۔

لباس کا تیسرا مقصد زینت و آرائش ہے تا کہ سماجی و معاشرتی طور پر انسان صاف ستھرا اور باوقار نظر آئے مگر اس میں فضول خرچی اور اسراف سے منع کیا گیا ہے۔

لباس کے علاوہ انسان کی معاشرتی و سماجی ضروریات میں بستر، چادر، پردے وغیرہ بھی آتے ہیں ان کے بارے میں بھی بنیادی طور پر یہ تاکید ہے کہ ان کے استعمال میں بھی اسراف و فضول خرچی نہ ہو۔

لباس عبادت ہے اس لیے کہ اس سے ستر پوشی ہوتی ہے اور سردی و گرمی سے حفاظت ہوتی ہے مگر یہ لباس اگر بدن کو چھپانے کے بجائے اس کو نمایاں کرے تو یہ جنت

کے بجائے جہنم میں لے جانے والا ہوگا۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے دوطرح کے جہنمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک حدیث میں فرمایا ہے:

"صنفان من اهل النارلم ارهماقوم معهم سياط كاذناب البقريضربون بهاالناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمةالبخت المائلةلا يدخلن الجنةولايجدن ريحهاوان ريحهالتوجدمن مسيرة كذاوكذا". (۱)

دوطرح کی جہنمی ایسے ہیں جن کی طرح میں نے دوسروں کونہیں دیکھا۔ایک ایسی قوم ہے جواپنے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے رکھتی ہے اوراس سے لوگوں کو(ظلما)مارتی ہے۔

اورایسی عورتیں ہیں جو کپڑا پہننے کے باوجودننگی ہیں دوسروں کواپنی طرف مائل کرنے والی ہیں اورخودبھی مائل ہونے والی ہیں ان کے سراونٹ کے کوہان کی طرح جھکے ہوئے ہیں۔یہ جنت میں داخل نہیں ہونگی اوراس کی خوشبوکوبھی نہیں سونگھے گی حالانکہ اس کی خوشبودور سے محسوس ہوگی۔

موجودہ دورکی عریانیت اورظلم کی عکاسی یہ حدیث کررہی ہے اس لیے مسلمان مردوعورت کوچاہیے کہ وہ اپنے اعمال اورلباس کودرست کریں تاکہ جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہوسکے۔اللہ رب العزت ہم سبھوں کوعمل کی توفیق دے۔(آمین)



تمت بالخيروالحمدلله اوله وآخره

---

(۱)مسلم باب النساء الکاسیات الخ،کتاب اللباس والزینۃ۔